ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۴ مارچ ۱۹۶۶ء | شمارہ ۴۲

اعلانِ تاشقند کی صریح خلاف ورزی

بھارتی پارلیمنٹ میں اعلانِ تاشقند پر بحث و تمحیص کے دوران جو شرمناک ہلڑ بازیاں ہوئیں اور جس انداز میں اس اعلان کی شرح کی گئی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں —— اس سے قبل آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں جو گوہر افشانیاں بھارتی نیتاؤں نے کیں وہ بھی اظہر من الشمس ہیں لیکن شاید وہ انہیں اپنا "گھریلو معاملہ" قرار دے کر اُن سے پہلو تہی کی راہ نکالیں اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنا دامن بچانے کی کوشش کریں۔ مگر بھارتی لوک سبھا میں ہندوستان کے نائب وزیر خارجہ دنیش سنگھ نے جو شرانگیز بیان دیا ہے وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں صریح مداخلت اور اعلانِ تاشقند کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے۔ بھارتی دفترِ خارجہ کے اس دھرماتما نے جو "کتھا" چھیڑی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ "پختونستان کے متعلق بھارت کی رائے ساری دنیا پر روشن ہے اور ہم اس کا بار بار اعادہ کر رہے ہیں۔ ہمیں پختونوں کے جائز مطالبے سے دلی ہمدردی ہے اور ہم اُن کے لئے ایک جداگانہ ریاست کے قیام کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ چنانچہ جہاں تک بن پڑے گا ان کے اس مطالبے کی حمایت برابر جاری رکھیں گے۔

بھارتی نیتاؤں کے کشمیر کے متعلق دئے گئے بیانات بھی کچھ کم شرانگیز نہ تھے۔ مگر یہ بیان شرانگیزی کی بدترین مثال اور پاکستان کے داخلی معاملات میں کھلی ہوئی مداخلت ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے اور پاکستان کا ہر باشندہ اس کا شاہد عدل ہے کہ پختونستان کے نام نہاد مسئلے کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے یہ ٹھیک ہے کہ خان عبدالغفار خاں نے اس مسئلے کو ابتداءً ضرور ہوا دی تھی۔ لیکن وہ اس سلسلے میں یکہ و تنہا رہ گئے اور کسی نے بھی اُن کی ہمنوائی نہ کی حتیٰ کہ ان کے برادرِ بزرگ ڈاکٹر خان صاحب اور ان کے صاحبزادے نے بھی اس نام نہاد مطالبے کی مخالفت کی۔ چنانچہ بعد میں خود خان عبدالغفار خاں نے بھی اس مطالبے کو یہ شکل دے دی تھی کہ سابق صوبہ سرحد کو مغربی پاکستان سے علیحدہ کر کے قبائلی علاقے میں ملا دیا جائے اور اس کا نام پختونستان رکھ دیا جائے۔ لیکن یہ تجویز بھی اپنی موت آپ مر گئی اور خانصاحب کو بالآخر ملک چھوڑ کر غریب الوطنی کے دن گذارنے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ اس تجویز کے نہ پنپنے کی وجہ یہی ہے کہ جہاں تک پختونوں کا تعلق ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو پاکستان کا باوقار اور وفادار شہری سمجھتا ہے اور وہ کسی ایسے نظریے پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں جس سے اس مملکت خداداد کی سالمیت پر حرف آتا ہو —— چنانچہ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ پختون اس ملک کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد اس کی ترقی و خوشحالی کیلئے پیش پیش اور حفاظت و مدافعت میں ہمیشہ ثابت قدم اور سینہ سپر رہے ہیں۔

ظاہر ہے ان حالات میں نام نہاد پختونستان کا ڈھونگ کھڑا کرنا یا سوال اٹھانا حد درجہ کی بددیانتی، دیدہ دلیری اور شرانگیزی ہے اس موقع پر بھارتی نائب وزیر خارجہ نے یہ شرانگیز بیان دے کر نہ صرف معاہدۂ تاشقند کی روح کو پامال کیا ہے بلکہ اندیشہ ہے کہ اس سے پاکستان اور بھارت کے تنازعات کے تصفیے کی راہ میں شدید دشواریاں پیدا ہو جائیں گی ——

مزید برآں اس بیان سے بھارتی نیتاؤں کی ذہنیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ خیال کیجئے۔ وہ ایک طرف تو اعلانِ تاشقند کی پابندی کا دم بھرتے ہیں اور دوسری طرف پاکستان کے خلاف زہر اُگل کر تصفیے کی تمام راہوں کو مسدود کر دینا چاہتے ہیں۔ جن سنگھ اور مہاسبھا قسم کی انتہائی متعصب جماعتوں کو کھُلی چھُٹی ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف جابجا شدید نوعیت کے مظاہرے کریں اور دل کے پھپھولے پھوڑیں اور پھر اسی پر بس نہیں کہ صرف متعصب جماعتیں ہی اس تحریک میں پیش پیش ہیں بلکہ وہ بھارتی رہنما بھی اس دوڑ میں پیچھے نہیں جنہیں "اعتدال پسند" کہا جاتا ہے۔ پنڈت آنند نرائن ملا، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اور مسٹر راج نرائن جیسے لوگ "اکھنڈ بھارت کانفرنس" منعقد کرتے ہیں اور پورے زور شور سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کے وجود کو فوجی طاقت کے ذریعے ختم کر دیا جائے —— برسرِ اقتدار رہنما کشمیر کے متنازعہ علاقے کو بھارت کا "اٹوٹ انگ" قرار دے کر اعلانِ تاشقند کا منہ چڑاتے ہیں۔ اور نائب وزیر خارجہ یہاں تک آگے نکل جاتے ہیں کہ وہ سرے سے "ڈیورینڈ لائن" کی حرمت سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور اس سے گذر کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اکھنڈ بھارت کا مطالبہ صرف جن سنگھیوں کا ہی نہیں بلکہ کانگریس پارٹی کے اربابِ اختیار بھی اسی کے خواب دیکھ رہے ہیں —— آخر پختونستان کا سوانگ رچانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ پاکستان کی سالمیت کو ختم کر دیا جائے اور مملکت خداداد کے اندرونی معاملات میں پوری مداخلت کی جائے۔

ہم ہندوستانی نائب وزیر خارجہ کے اس زہر بھرے بیان کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کی شدت ہماری نگاہ میں اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسٹر دنیش سنگھ کو ان الفاظ پر ٹوکنے کی کسی رکن حکومت نے بھی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری حکومت اس بارے میں خاموش نہیں رہے گی اور اس سلسلے میں کوئی مؤثر اقدام ضرور اٹھائے گی۔ بھارتی پارلیمنٹ میں اعلانِ تاشقند کی اس کھُلی خلاف ورزی پر ضروری ہے کہ حکومت پاکستان مسٹر کوسیگن کو اس طرف متوجہ کرے اور ان سے اپنا فرض ادا کرنے کا مطالبہ کرے۔ اس کی ضرورت اس وجہ سے اور بھی زیادہ ہے کہ بھارتی وزیر خارجہ نے اسی نشست میں یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ روس نے کشمیر کے بارے میں

(باقی صفحہ ۶)

مجلس ذکر

۲۳ر ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۴ر فروری ۱۹۶۶ء

جنّت الفردوس کا مستحق نفس مطمئنّہ ہے

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ ، امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم :—

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

(سورۃ الفجر۔ پ ۳۰ - ع ۱۴)

ترجمہ : اے وہ جی جس نے چین پکڑ لیا۔ پھر چل اپنے رب کی طرف۔ تو اُس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ پھر شامل ہو میرے بندوں میں۔ اور داخل ہو بہشت میں۔

ان آیات میں اُن لوگوں کا انجام بتلاتے ہیں۔ جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے چین اور آرام ملتا ہے اُن سے محشر کو کہا جائے گا۔ کہ اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حقیقی سے تُو لَو لگائے ہوئے تھا۔ اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو، اس کی عالی شان جنّت میں قیام کر۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بشارت سنائی جاتی ہے۔ بلکہ عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارت کا فی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔

(حضرت شیخ الہندؒ و حضرت مولینا شبیر احمد عثمانیؒ)

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ ہم کو دولتِ ایمان سے نوازا۔ اور امتِ محمدیہؐ میں پیدا فرمایا۔ اور اس کفر و الحاد اور بیحیائی کے دَور میں نیک بنایا۔ آپ اللہ کا نام لینے کے لئے یہاں تشریف لائے ہیں۔ کئی حضرات دُور دُور سے آئے ہیں۔ یہ محض اللہ کی توفیق سے ہے۔ ورنہ ہزاروں لوگ شیرانوالہ دروازہ میں رہتے ہیں لیکن کسی کو اللہ کا نام لینے کی توفیق نہیں (اِلّا ماشاءاللہ) یہ اللہ کا فضل اور آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ اللہ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہیں۔ آپ اس نیکی اور یادِ الٰہی کے ذوق و شوق پر غرور و گھمنڈ نہ کریں۔ اگر آپ نے غرور و تکبّر کیا تو یاد رکھیں سب کیا کرایا ضائع ہو جائیگا۔ اسلام پر عمل اور یادِ الٰہی کے ذوق و شوق کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طور پر اللہ والوں نے بیعت کا طریقہ جاری کیا ہے۔ جب انسان بیعت کرتا ہے تو پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آئندہ وہ عہد و پیمان کرتا ہے کہ مَیں ساری زندگی وہ کام کرنے کی کوشش کروں گا جن سے اللہ راضی ہو اور ان کاموں سے بچوں گا جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

اللہ والوں کی صحبت میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح ذکر کرتے ہیں۔ کس طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں۔ خوشی کے وقت ان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ غصّہ آجائے تو کس طرح اس کو دباتے ہیں۔ چونکہ اللہ والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر سنّت پر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح اُن کے پاس بیٹھنے والا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے اور مدتِ مدید تک بیٹھنے سے اُس پر بھی سنتِ نبویؐ کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔

محترم حاضرین! آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اہلسنت والجماعت ہیں۔ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اس کے لئے کوشش و ہمت کرتے ہیں۔ آپ سے اللہ ضرور راضی ہوگا اور آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔ کیونکہ آپ ارشادِ ربانی کے تحت اللہ کی بارگاہ کی طرف رجوع کئے ہو[illegible]ہیں۔ اللہ کو راضی کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ آپ کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ اس کے لئے وقت صرف کریں۔ اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کو سمجھنے اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں۔ ان کی صحبت میں آپ کو اپنی خامیوں اور غلطیوں کا شعور اور احساس ہو گا۔ جب خامیوں کا شعور اور احساس بیدار ہو جائے گا۔ تو یقیناً آپ کی اصلاح ہو جائے گا۔ قرآن پاک کہتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

ترجمہ۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

آپ کا یہاں ذکر اللہ کے لئے آنا۔ آپ کا مقصدِ حیات اور مقصدِ تخلیق ہے۔ اور یہی آپ کا ذریعہ نجات بنے گا۔ اگر آپ خلوص نیت سے آتے ہیں آپ باقی اوقات میں بھی اللہ کا ذکر و شکر کثرت سے کرتے رہیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے۔ کہ قبر کے ورے ورے ایمان کا ڈر ہے۔ میں نے کئی بڑے بڑے علمائے کرام کے ایمان بھسم ہوتے دیکھے ہیں۔ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

اگر آپ گناہ چھپ کر کریں گے۔ تو دنیا کی نظروں سے تو چھپ سکتے ہیں۔ لیکن جس ذات نے آپ کو سزا دینی ہے۔ اس سے تو ہرگز چھپ نہیں سکتے اس لئے گناہ نہ کرنے چاہئیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے اپنے گناہوں کا سائن بورڈ بنا رکھا ہے۔ اور میں روزانہ اپنے نفس کو کہتا ہوں۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کی غفاری اور ستاری کی وجہ سے دنیا میں عزت سے ہے۔ اگر تیرے گناہوں کا لوگوں کو علم ہو جائے تو لوگ تجھ پر تھوکیں بھی نہ۔

اگر حضرت کا یہ حال تھا۔ تو آپ خود سوچ لیں کہ ہمارا کیا حال ہونا چاہیئے۔ مجھے اور آپ کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ ہم نیکی اور ذکر اللہ کرنے پر گھمنڈ و غرور کریں۔ اگر آپ ذکر اللہ اور نیکی کے کام صدقات و خیرات لوگوں کو دکھانے کے لئے۔ نام و نمود اور نمائش کے لئے اور مخلوق کی واہ واہ حاصل کرنے کے لئے کریں گے۔ تو یاد رکھیں کہ آپ کا بیعت کرنا۔ ذکر کرنا اور ساری دوسری نیکیاں سب رائیگاں جائیں گی۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے اندھی پیندی گئی۔ اور کُتی کھاندی گئی۔ (اندھی پیستی گئی۔ اور کتیا کھاتی گئی۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ جماعت پر اللہ کی رحمت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو جماعت سے نکل گیا۔ وہ یقیناً شیطان کا شکار ہو جائے گا۔ اسی لئے حکم ہے۔ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

آج کی معروضات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ راستے میں کنڈے لگے ہوئے ہیں۔ گمراہ کرنے کے لئے

(باقی صـ۱۸ پر)

خطبۂ جمعہ

۴ر ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۵ر فروری ۱۹۶۶ء

دینِ خداوندی کا بول بالا کردو!

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم؛ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

(۱) کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ط (پ ۴ - ع ۳ -)

ترجمہ: تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں - اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو - اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہتر تھا -

(۲) وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ -

ترجمہ: اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

بزرگانِ محترم! دین صرف چند عقائد و نظریات اور مخصوص عبادات ہی کا نام نہیں - بلکہ دینِ خداوندی کی تبلیغ، خلقِ خدا سے ہمدردی، محبت، حسنِ سلوک، رواداری، روشِ اخلاقی کا برتاؤ اور صدقِ معاملات بھی مذہبِ اسلام کا جزوِ اعظم ہیں - اگر ہم صرف زبان سے یہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے، وہ ہمارا خالق اور معبود ہے - ہمارے تمام حالات سے وہ واقف ہے، قادرِ مطلق ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے - لیکن اس کے باوجود مذہبی احکام کی نافرمانی کرتے رہیں - حدودِ الٰہی کو توڑتے رہیں - برے کاموں کو شعار بنا لیں اور اپنے اخلاق و اطوار اور عادات کو ہم اسلامی سانچے میں نہ ڈھال سکیں تو ہمارے تمام دعاوی نہ صرف باطل اور لغو ہوں گے بلکہ دین کے نام پر فریب اور دھوکے سے تعبیر کئے جائیں گے خداوند قدوس فقط انہی اشخاص کی قدر و منزلت کرتا ہے جو اس کے احکامات کی تعمیل میں جان کی بازی لگانے کو تیار رہتے ہیں اور مذہب جن کی زندگی کی عملی تفسیر بن جاتا ہے - اور پھر اس حقیقت کو ہمیں کبھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے - کہ مسلمان بہترین امّت ہیں اور خدائے قدوس نے ان کو اس لئے منتخب فرمایا ہے کہ ان کے اخلاق و عادات دوسری اقوام کے لئے ہدایت و راہبری اور اسوۂ حسنہ کا کام دیں اور تمام انسان مسلمانوں کے کمالات اور خوبیاں دیکھ دیکھ کر اسلام کے عاشق و شیدا بن جائیں -

برادرانِ محترم! دوسرے مذاہب والے اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہماری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے اور کیسے کیسے علوم و معارف کتبِ اسلامی کے اوراق میں بکھرے پڑے ہیں - بلکہ وہ ہمارے مذہب کی خوبیوں اور تفوّق و برتری کا اندازہ صرف اس بات سے کرتے ہیں کہ مسلمان کیسے ہیں؟ اسلام نے ان پر کیا رنگ چڑھایا اور کیا کیا خوبیاں اور کمالات ان میں دینِ خداوندی نے پیدا کئے جو دوسرے مذاہب کے پیروؤں اور دیگر انسانوں میں موجود نہیں - اگر وہ مشاہدہ کریں کہ ہم مسلمان دوسرے لوگوں سے زیادہ اچھے، با اخلاق اور معاملات کے صادق ہیں تو ان کا دل یقیناً ہماری طرف کھنچے گا - لیکن اگر یہ محسوس کریں کہ ہم میں کوئی ایسی خوبی اور کمال نہیں جو دوسروں میں ہے تو ان کے دل میں ہمارے لئے نفرت کا پیدا ہونا

بھی بدیہی امر ہے -

طرزِ تبلیغ

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری تبلیغ قطعی بے اثر ہے اور اسلامی اقدار کو برتری اور قبولیت حاصل نہیں تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری تبلیغ عملی نہیں بلکہ صرف زبانی ہے - ہم چیختے اور چلّاتے ہیں - دوسرے مذاہب والوں کو اپنی کتابیں کھول کھول کر دکھاتے ہیں - مناظروں کے چیلنج کرتے ہیں اور زبانی طور پر اسلام کی خوبیاں دوسرے کے ذہن میں جمانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں - لیکن وہ ہماری ایک نہیں سنتے - ہماری کسی بات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے - محض اس لئے کہ مذہب کی تفسیر اور اظہارِ کمال ہماری زبان کرتی ہے افعال نہیں کرتے - اگر مذہب کی تفسیر اور اس کی خوبیوں کا اظہار ہمارے ہر ایک کام سے ہو اور مذہب کو اچھا اور سچّا ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی ہم اچھے انسان ہوں، ہمارے اخلاق بلند ہوں، ہمارا کردار مثالی ہو تو بہت جلد اسلام کائناتِ انسانی کے دلوں کو موہ لے، فضائے عالم پر چھا جائے - اور کچھ عرصہ بعد پوری دنیا اسلام کے جھنڈے کے نیچے نظر آئے -

ہمارے اکثر دوست جو یورپ کا دورہ کر کے لوٹے ہیں، جنہوں نے کائناتِ ارضی کی سیاحت کی ہے اور دیگر ممالک کی خاک چھانی ہے وہ سب کے سب یہی نکتۂ نگاہ رکھتے ہیں - ان کا مشاہدہ اور تجربہ گواہی دیتا ہے کہ دنیا مذہب کے لئے ترس رہی ہے - وہ منتظر ہیں کہ کوئی خدا کا بندہ اُٹھے اور دکھوں اور مصیبتوں میں گھری ہوئی دنیا کو امن و سلامتی کا ابدی پیغام دے - لیکن جب وہ مذاہبِ عالم کے مبلّغین پر نگاہ کرتے ہیں - ان کے کردار کو دیکھتے ہیں تو انہیں مذہب سے محبت کی بجائے نفرت ہونے لگتی ہے اس لئے کہ دین خود مبلّغین کی اپنی زندگیوں سے خالی ہے -

محترم حضرات! وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ ہم اسلام کو اپنی عملی زندگی میں اتاریں - ہمارے چہرے اسلام کی صداقت کی شہادت دیں - ہمارے اقوال و افعال اسلام کی منہ بولتی تصویریں ہوں - اور ہمارے کردار و اطوار کے آئینے میں لوگ اسلام کا منہ دیکھ سکیں - پھر دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ دنیا کس طرح حلقہ بگوشِ اسلام ہوتی ہے - آخر وہ ہمارے ہی تو اسلاف تھے جنہیں دیکھ کر ایک ایک دن میں نوّے نوّے ہزار غیر مسلموں نے اسی ہندوستان میں خدا کی توحید کا اقرار اور نبیٔ آخر الزماں جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرا تھا

آج بھی اگر آپ اس نسخے کو آزمائیں تو میرا یقین ہے کہ شفایابی کی وہی تاثیر آپ اپنی آنکھوں سے خود ملاحظہ فرمالیں گے۔

میرا قلب شہادت دیتا ہے اور میرا یقین اس پر اصرار کرتا ہے کہ اگر آج بھی دوسری قوموں کو تمہاری زبانی باتوں سے نہیں بلکہ ہر وقت کے برتاؤ اور میل جول سے یہ یقین ہو جائے کہ عدل و احسان مسلمانوں کا شعار خصوصی ہے۔ جھوٹ بولنا اسلام کے منافی ہے۔ اس لئے مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ سچائی کے لئے جان تک دے دیتے ہیں۔ کسی کو ستاتے نہیں۔ چوری اور شراب کے قریب نہیں جاتے۔ ظالم کے خلاف ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیتے ہیں۔ دوسرے مذاہب والوں سے نہایت ہی سلوک و رواداری سے پیش آتے ہیں اور خدا کی عام مخلوق کی نفع رسانی اور خدمت کرنے میں اپنی جان اور مال تک سے دریغ نہیں کرتے۔ بلکہ خدمتِ خلق کو اپنا فرض سمجھتے ہیں تو تم یقیناً اقوامِ عالم کی آنکھ کا تارا بن جاؤ۔ اقبالِ برگشتہ کائنات ارضی و سماوی کی کنجیاں تمہارے سپرد کر دے۔ اور تمہارا پرچم افقِ عالم پر لہرائے۔

اس کے برعکس اگر وہ دیکھتے ہیں کہ تمہیں اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے اقوامِ عالم پر کوئی فوقیت و بزرگی نہیں، عدل و انصاف سے کوئی سروکار نہیں۔ دوسروں کو ستانا، ان کے دل دکھانا، ان کے حقوق غصب کرنا تمہارا شعار ہے۔ تو پھر تم اگر ہزار اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کروگے تو کبھی کامیاب نہ ہوگے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کسی پادری یا غیر مسلم عالم کے پاس جاکر قرآن و حدیث سناؤ اور اسلامی احکام کی خوبیاں سمجھاؤ اور وہ تمہارے دلائل و براہین کے جواب میں صرف اتنا کہہ دے کہ کیا اسلام ایسے ہی مسلمان بناتا ہے جیسے یہ دس کروڑ پاکستان میں پھر رہے ہیں تو بجز شرم و ندامت کے اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ مذہبِ اسلام مسلمانوں کا نام نہیں۔ کہ پیروانِ مذہب کے عمل سے اسلام پر کوئی حرف آسکے بلکہ اگر ساری دنیا کے مسلمان، مسلمان نہ رہیں تو پھر بھی آفتابِ اسلام اپنی پوری تابانیوں اور شان سے جلوہ ریز رہے گا۔ لیکن تبلیغِ اسلام کی راہ میں آپ کا وجود ضرور حارج ہوگا اور سدِ راہ بنے گا۔

مسلمانوں کے عروج وزوال کا سبب

یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو اخلاق و عادات کے لحاظ سے بہترین امت بنایا تھا۔ جب ان میں حق و انصاف، فیاضی و رحم دلی، مہربانی و شرافت، شجاعت و عدالت، حب الوطنی اور انسانی ہمدردی کے اوصاف رہے اس وقت تک وہ تختِ سیادت پر جلوہ گر رہے۔ رفعت و منزلت ان کے قدم لیتی رہی اور دنیا نے اُن کے پیروں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ اور کروڑہا بندگانِ خدا مسلمانوں کی خوبیوں کو دیکھ دیکھ کر اسلام کے مطیع و گرویدہ بن گئے۔ والہ و شیدا ہو گئے۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان خوبیوں کو چھوڑ دیا، اسلام کے معنیٰ — فرقہ بندی، نفاق و پھوٹ، نذر و نیاز، طاؤس و رباب، شعر و نغمہ، قبر پرستی، گدی پرستی، تعزیہ پرستی، حکومت پرستی اور رسمی و ظاہری عبادات سمجھ بیٹھے تو ہم تختِ سیادت و رفعت سے خاکِ مذلت پر آرہے۔ اور دوسرے مذاہب والے ہم سے نفرت کرکے دور بھاگنے لگے۔ یاد رکھئے مسلمان بہترین امت اس لئے ہیں کہ وہ مذہب کا عملی نمونہ ہوں۔ دنیا میں خدا کے دین کا بول بالا کریں۔ اپنے علم و عمل میں دنیا کی قوموں سے ممتاز ہوں۔ اخلاقِ حسنہ سے آراستہ و پیراستہ ہوں۔ اور دنیا میں عبدیت الٰہی، محبت الٰہی اور حکومتِ الٰہی کا دَور دَورہ کر دیں۔

آیئے! سب مل کر دینِ خداوندی کا بول بالا کریں اور اسلام کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیلا دیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ: اداریہ

بھارتی مؤقف کو تسلیم کر لیا ہے — حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ کشمیر ایک متنازعہ فیہ سوال ہے اور بھارت خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہے — تاشقند میں اس نے کشمیر کے مسئلہ پر بات چیت کرکے یہ حقیقت تسلیم کر لی ہے کہ کشمیر بھارت کا داخلی مسئلہ نہیں —— اس کے برعکس نام نہاد پختونستان کا مطالبہ سرے سے کوئی وجود ہی نہیں رکھتا اور نہ ہی کبھی موضوع بحث بنا ہے۔ اس کے ڈانڈے مسئلہ کشمیر کے ساتھ ملانا فی الواقعہ عقل کا ماتم کرنا اور حقیقت کا منہ چڑانا ہے اور کوئی عقل سے عاری شخص ہی ایسا کر سکتا ہے۔

وضاحت

ہم نے اپنی گذشتہ دو اشاعتوں میں منٹگمری سے شائع ہونے والے "پندرہ روزہ فردا" کے ایک مضمون پر جائز گرفت کی تھی۔ اور حکومتِ مغربی پاکستان کو اس کے مندرجات کی طرف توجہ دلاکر تادیبی کارروائی کی درخواست کی تھی —— اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ لکھا وہ محض خدا اور رسول ؐ کی خوشنودی اور ملک و ملت کے مفاد کے پیشِ نظر تھا اور ہم بحمداللہ تعالیٰ اس پر عنداللہ اور عندالناس سرخرو ہیں۔ لیکن اس بارے میں ہمیں حکومت مغربی پاکستان کے محکمہ اطلاعات کی طرف سے جو معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اُن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس مضمون کی اشاعت سے ضلعی حکام کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور وہ ایڈیٹر "فردا" کے خلاف تادیبی کارروائی کر رہے ہیں — ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کرکٹ میچ کے موقعہ پر ضلع بھر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ نہیں کیا گیا تھا۔ اگر فی الواقعہ ایسا ہے تو ادارہ اس اطلاع پر معذرت خواہ ہے — اور اس خبر کا ذمہ دار اس وفد کو قرار دیتا ہے جس نے ہمیں یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ کرکٹ میچ کے موقع پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ واقعتہً کیا گیا تھا۔

مصطفےٰ زیدی صاحب ڈپٹی کمشنر منٹگمری کے متعلق ہمیں بتایا گیا ہے کہ جنگ کے دوران انہوں نے کافی خدمات انجام دی ہیں۔ جہاں تک ادارہ خدام الدین کا تعلق ہے۔ اسے زیدی صاحب سے کوئی ذاتی کد نہیں ہے اگر انہوں نے جنگ میں خدمات انجام دی ہیں تو یہ ان کا فرض تھا۔ اور ہم انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر ضلع کا حاکم اعلےٰ اور "فردا" کا نگران ہونے کے باعث بہرحال ان کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ فوری طور پر ایڈیٹر "فردا" کے خلاف کارروائی کریں اور اپنی طرف سے "فردا" میں اعلان فرمائیں کہ آئندہ ایسے دلآزار مضامین اس سرکاری پرچے میں شائع نہیں ہوں گے۔ اگر انہوں نے آئندہ اشاعت میں صورت حال کی وضاحت کے ساتھ یہ اعلان فرما دیا۔ تو ہم یقیناً انہیں بری الذمہ قرار دینگے۔ اور انہیں خراج تحسین پیش کریں گے۔

علاوہ ازیں ادارہ خدام الدین کو یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ چودھری ظفر اللہ خان کی منٹگمری میں آمد کا تعلق کسی سرکاری ادارے سے نہیں تھا۔ اور ان کے اعزاز میں عصرانہ ڈی سی نے نہیں بلکہ ڈی۔ایف۔سی نے دیا تھا۔ جو قادیانی عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ خدام الدین نے اس سلسلے میں کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ اس نے ایک قرارداد شائع کی تھی۔ جو جمیعۃ علمائے اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ نے پاس کی تھی۔ اور اس کی صحت و عدم صحت کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں حکومت کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کسی بھی سرکاری افسر کو خواہ وہ ڈی۔ایف۔سی ہو یا کوئی اور اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غلط عقائد کی تبلیغ اور مسلمانوں میں افتراق کا باعث نہ بننا چاہئے اور اس سلسلے میں افسروں کو واضح ہدایات جاری کرنی چاہئیں۔

مولانا جمیل احمد میواتی

خطرۂ عظیم اور اس کا علاج

قسط نمبر ۲

چند سال ہوئے لاہور میں ایسے ہی گندے اور کند ذہنوں کی کاوشوں کا نتیجہ یوں بھی ظاہر ہوا کہ نماز ہی اردو زبان میں پڑھنی شروع کر دی۔ اور دلیل یہ کہ صاحب قرآن شریف چونکہ عربی میں ہے۔ اور ہم لوگ عربی جانتے نہیں لہٰذا کیا معلوم کہ ہم کس نوعیت سے اللہ پاک کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ اور اللہ پاک ہم سے قرآن مجید میں کیا مطالبہ فرما رہے ہیں۔ خدا کے بندو! اس کا علاج تو یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جو سورتیں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ روزانہ ایک ایک آیت کا ترجمہ بھی سیکھو تو دو چار ماہ میں ان کے مطالب سے آگاہ ہی ہو سکتی ہے۔ رہا سوال سارے قرآن مجید کے ترجمہ کا زبانی یاد ہونا اوّل تو غیر عالم کے لئے نہ فرض نہ واجب اور عالم ہیں۔ ان کو رٹنے کی حاجت نہیں ان کو تو پہلے علم ہے۔ عوام اگر تمام قرآنِ مجید کا ترجمہ معلوم کرنا چاہیں تو مترجم و حاشیہ والا قرآن مجید لے لیں۔ روزانہ سبقاً سبقاً پڑھ لیا کریں، اور غور و خوض کرتے رہیں۔

لوگ جمعہ کے خطبہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ لوگ تو چاند پر پہنچ رہے ہیں۔ اور مولویوں کو دیکھو کہ عربی خطبہ کو بھی اردو میں تبدیل کرنے پر آمادہ نہیں ایسی بھی قدامت پسندی کس کام کی؟ اعتراض اگر اعتراض کی حد تک ہوتا تو ہم جواب بھی دیتے یہ بات تو بالکل جواب کے قابل ہی نہیں۔ تم چاند پر پہنچنے کو ترقی خیال کرتے ہو۔ اور ایسے نام نہاد ترقیات یافتہ لوگوں کو قابلِ احترام سمجھتے ہو۔ تو سنو ہم بھی اس ذات پاک کی ایک ایک سنت کو اصلی حالت پر قائم رکھنے کو عین ترقی سمجھتے ہیں جو چاند تو چاند ساتوں آسمان سے گذر کر عرشِ عظیم تک پہنچے جہاں سید الملائکہ کی بھی رسائی نہیں۔ جن کا نام پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جن کے بعد کوئی نبی پیدا ہوگا ہی نہیں۔ جو دعویٰ نبوت کرے گا، وہ کافر مطلق اس کے ماننے والے بھی کافر۔

تم یہود و نصاریٰ اور فاسق و فاجروں کو قائد دین دنیا سمجھتے ہو۔ اور ہم مولوی لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائد دین و دنیا اور قائد اعظم سمجھتے ہیں، مانتے ہیں۔ آپ اوّلین کے قائد اعظم، آخرین کے قائد اعظم دونوں جہان کے قائد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم۔ سنو! دین نام ہے "طریقہ محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا" جس کو بعینہٖ قائم رکھنا عین ایمان ہے۔ حبہ برابر بھی اس سے ہٹنا گمراہی کے گڑھے میں گرنا ہے

اب ہم ایسے لوگوں کے لئے چند مترجم قرآن مجید بتلاتے ہیں۔ جو قطعاً عربی سے واقف نہیں۔ اور قرآن مجید بالکل نہیں پڑھ سکتے۔ ان کو اختیار ہے کہ تحت اللفظ ترجمہ پڑھ لیا کریں۔ اور آیات پر عظمت و احترام سے نگاہ ڈالتے رہیں۔ اور سیکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ انشاء اللہ ایک دن قرآن شریف کا پڑھنا آجائے گا۔ اور اگر ساری عمر بھی نہ آیا تو کل مرنے کے بعد جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے پڑھے ہوئے لوگوں میں سے اٹھائے جاؤ گے۔ اس لئے کہ تم نے سیکھنے کے بارے میں اپنی سی کوشش جاری رکھی اور اسی جد و جہد میں موت آ گئی ہے۔ بھلا نرے ترجمہ ہی پڑھنے کو قرآن مجید سمجھ لینے سے یہ دولت کہاں نصیب ہوگی اب چند مشہور مقبول مستند قابلِ اعتبار مترجم محشیٰ قرآنِ مجید بتلاتے ہیں۔ جن سے بہت نفع (۱) قرآن مجید و محشیٰ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی (۲) حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نور اللہ مرقدہم۔ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور پہنچے گا (۳) قرآن شریف مترجمہ محشیٰ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہٗ مع حاشیہ حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ (۱) مطبوعہ نورانی کتب خانہ اچھرہ لاہور (۲) مطبوعہ تاج کمپنی لاہور (۳) قرآنِ مجید مترجمہ محشیٰ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ حوالہ نمبر ۶۴ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور (۴) قرآنِ مجید مترجمہ محشیٰ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہور نور اللہ مرقدہٗ مطبوعہ ادارہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور (۵) قرآنِ مجید مترجمہ حضرت مولانا فتح محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ مطبوعہ تاج کمپنی (۶) قرآن مجید مترجمہ و محشیٰ (کشف الرحمٰن) سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دھلوی نور اللہ مرقدہٗ مطبوعہ دہلی۔ اس قرآن مجید کی حضرت علامہ مہتمم دار العلوم دیوبند مولانا قاری محمد طیب صاحب نے دام مجدھم العالی نے بہت تعریف فرمائی ہے (۷) تفاسیر میں بیان القرآن حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی سب سے عمدہ اور مستند تفسیر ہے۔ متذکرہ بالا میں سے جس کو چاہو خرید لو اور سبقاً سبقاً پڑھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ مطالب قرآن مجید سے آگاہی ہوگی۔ اور آپ کا وہ درد جو سینہ میں موجزن ہے، کہ ہائے نرے ترجمہ اور روشن چراغ اور

کے پڑھے بغیر اللہ تعالیٰ

کے احکامات کا علم حاصل ہی نہیں ہو سکتا وہ بفضل تعالےٰ دور ہو جائے گا۔ سبحان اللہ ہمارے ان دونوں کو احکامات الٰہیہ کے معلوم کرنے کا کتنا جذبہ ہے کہ گھلے جا رہے ہیں

گر تو برا نہ مانے! میاں نہ یہ درد ہے نہ شوق ہے نہ جذبہ، کوئی ان سے یہ پوچھے کہ نماز، روزہ زکوٰۃ، حج کا علم تو جاہل سے جاہل کو بھی ہے کہ ان کا ادا کرنا فرض ہے۔ پھر یہ پڑھے لکھے کونسی سند تفسیر کے ملنے کے منتظر ہیں کہ جس کے ملنے کے بعد ان متذکرہ بالا احکامات کی حقیقت و آگاہی حاصل ہونے پر پابند صوم و صلوٰۃ ہوں گے۔ یہ سب عذر لنگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ نہ کرنے کے سو بہانے!

چلو پھر قبر میں کیا حشر ہوگا۔ چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا موت آنے کی دیر ہے۔ سب آٹے دالی کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا۔ ومکراللہ واللہ خیر الماکرین۔

ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ ہمارے یہ نوجوان صبح ریڈیو پر قرآن مجید کی تلاوت بھی نہیں سنتے؛ وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ چونکہ صاحب بہادر اور بیگم صاحبہ جنب سے یعنی جیسی بے غسل ہیں۔ اس لئے احتراماً قرآن مجید نہیں سن سکتے، ماشاء اللہ چشم بد دور ادب کی بھی انتہا ہے اس کی مثال تو ایسی کہ مکھی مر جائے دوران طواف میں تو مسئلہ معلوم کیا جائے کہ کہیں دم (قربانی) واجب تو نہیں ہو گی اور ادھر محبوب خدا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جنتیوں کے سردار سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کو مع اکثر افراد کے شہید کر دیا جائے تو اس کا مسئلہ آج تک نہیں پوچھا۔ قرآن مجید کا تو اتنا ادب اور قرآن مجید والے رب جلیل کی شان میں یہ گستاخی کہ زمین پر بے غسل پھر رہے ہیں۔ نمازیں ضائع ہو رہی ہیں، سنو ایک نماز بھی حالت جنب میں گذر گئی تو برابر لعنت پڑتی رہے گی۔ تا آنکہ غسل کر کے نماز ادا کی جائے۔

جن لوگوں نے اب تک جس نوعیت سے بھی تحریر سے تقریر مال سے جان سے قانون خداوندی جس کا منبع قرآن مجید ہے، کہ جاری کرانے کی کوشش و قربانی پیش کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سب اپنے اپنے اخلاص کے بقدر دونوں جہاں میں اجر عظیم مرحمت فرمائے گا۔ اور آئندہ بھی جو اس سلسلہ میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے کوشش کرتا رہے گا۔ اجر اس کا مستحق ہوگا۔ اور جو جس درجہ کی چشم پوشی اور بزدلی کا مظاہرہ اس سلسلہ میں کریگا۔ دونوں جہانو میں سزا کا مستحق ہوگا۔ افسوس صد افسوس علماء بھی اس سلسلہ میں متحد نہیں تو پھر کس سے امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ خوش نصیب وہ لوگ جو قانون خداوندی کے اجرا کرانے کے سلسلہ میں ذرا سا بھی درد اپنے سینوں میں رکھتے ہیں یہ نعرہ کہ قانون خداوندی بناؤ غلط ہے ہے۔ قانون تو پہلے ہی بنا ہوا ہے۔ میاں یوں کہو کہ جاری کر دو ہائے افسوس آج حاکم و محکوم سب مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔ مگر پھر بھی قرآن مجید محکوم و مظلوم کہ اس کے مقابلہ میں فرنگی قانون کو باقی رکھا ہوا ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ انگریز خبیث قرآن مجید کے خلاف کوئی قانون جاری نہیں کر سکا۔ ایک شاردا ایکٹ پاس کیا تھا۔ جس کی مثال آج کل عائلی قانون موجود ہے۔ اس کو وہ جاری کرنے ہی پایا تھا۔ کہ مسلمانوں کے جوش ایمانی نے ختم کرا دیا، اور پھر دوبارہ اس خبیث کو ایسی حرکات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مگر شاباش

ہے۔ اے مسلمان زادو تم اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔ خدارا اپنی آخرت کی فکر کرو۔ تم ایک دن دنیا سے اٹھائے جاؤ گے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ عذاب خداوندی تمہیں تمہاری دنیوی زندگیوں ہی مرنے سے پہلے مار دے اور ذلیل کر دے۔

ہم عوام سے خدا لگتی کہتے ہیں کہ تم جو یہ بہانا کرتے ہو صاحب حکومت قانون بنائے گی۔ تب ہم بدعات و خرافات غیر شرعی رسومات کو چھوڑیں گے یہ بھی عذر لنگ ہے تم اپنے گھروں اور اپنی ذات پر احکام خداوندی جاری کرو تمہیں کوئی روکتا ہے؟ رہا سوال ملک کے گوشہ گوشہ میں خلاف شرع باتوں کو ختم کرنا۔ اس کا تعلق ارباب حکومت سے ہے۔ عنداللہ ان سے پوچھ ہو گی تمہارا کام پرامن طریقہ سے اس آواز کو اٹھاتے رہنا ہے اخلاص و استقامت کے ساتھ کوشش جاری رکھو۔ اگر ساری عمر بھی تم قانون خداوندی جاری نہ کرا سکے۔ تو تمہارے اجر و ثواب میں سے کمی نہیں ہو گی۔ عنداللہ تم مجرم نہیں ہو گے۔ جن کو اختیار دیا گیا ہے۔ وہ اب بھی خدا کے مجرم ہیں۔ اور کل مرنے کے بعد بھی مجرم ہوں گے۔ ہاں تم نے اگر اپنے اوپر اور اپنے گھروں میں اتباع شریعت کو نہ اپنایا اور اسی طرح تمام عالم کے مسلمانوں کی خاطر اس پاک قانون کے جاری کرانے کی کوشش نہ کی تو تم مجرم!

مجاہد عظیم ولی کامل خطیب اعظم حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق فرقہ دار احباب سے یہ بات سنی ہے۔ کہ بسا اوقات رات رات بھر بے چینی سے گذرتی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوتا کہ یوں کہتے ہوئے رات گذری ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا پاک کلام آج محکوم و مظلوم ہے اور عطاء اللہ زندہ ہے!"

ریڈیو پر قرآن مجید کی تلاوت ہو جانا کوئی خدمت دین نہیں۔ جبکہ تمام دن اس کے خلاف فلمی گانے وغیرہ نشر کیے جاتے ہیں۔ مگر صورتاً عوام کو یہ چیز بھلی معلوم ہوتی ہے۔ قربان جائیے ایک مرتبہ یہ دس منٹ کی تلاوت بھی ختم کر دی گئی تھی۔ ادھر مصر میں مختلف سٹیشنوں سے گھنٹوں تلاوت نشر کی جاتی ہے اور ایک ریڈیو اسٹیشن تو مستقل اسی نیک کام کے لیے وقف ہے۔ جس کو اغلب ہے "صوت الاسلام" کے نام پکارا جاتا ہے۔ نیز قرآن مجید کے لاکھوں نسخے افریقہ میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔

بہر حال ہم بحث اس بات پر کر رہے تھے۔ کہ قرآن مجید نرے ترجمہ کا نام نہیں ہے۔ جو لوگ قرآن مجید پڑھنا نہیں جانتے۔ اور صرف ترجمہ ہی پڑھ سکتے ہیں ان کے لیے ہم نے مختلف مترجم قرآن مجید کے نسخوں کی فہرست بتلا دی ہے۔ اب ہم ان کی خدمت میں یہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ تھوڑا تھوڑا وقت روزانہ نکال کر کسی حافظ و قاری سے پڑھنا سیکھ لیں۔ تاکہ ثواب کے مستحق ہوں۔ اور جو نرے ترجمہ والے مسودہ کو غلطی سے قرآن مجید سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس سے نجات حاصل ہو جائے۔ اور واقعی جو قرآن مجید سے انسیت و محبت پیدا ہو کہ یہ ایمان کی نشانی ہے۔ اور زیادتی ایمان کا سبب ہے۔ ذیل میں لاہور کے چند مراکز جہاں بلا معاوضہ قرآن مجید نہایت صحیح پڑھا جا سکتا ہے بتلاتے ہیں۔ (۱) مدرسہ تجوید القرآن عقب سنہری مسجد، کوچہ کندی گراں لاہور یہاں تقریباً ۰۰ ۵ طلباء ناظرہ حفظ و قرأت پڑھتے ہیں۔ بزرگ محترم حضرت قاری فضل کریم صاحب مدظلہ العالی کا فیض بفضلہ تعالیٰ جاری ہے۔ بعض امریکن مسلمان بھی پڑھتے ہیں۔ جن کو جناب محترم حافظ قاری محمد رفیع صاحب انگریزی زبان میں پڑھاتے ہیں۔ ماہر فن تجوید و قرأت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی اس فن کی اعلیٰ تعلیم دیتے ہیں۔ آپ کو تعجب ہو گا۔ کہ میرے ایک معمر عزیز اس عمر میں اس مدرسہ میں قرآن مجید بلا معاوضہ پڑھ رہے ہیں۔ دیکھو تم دنیوی تعلیم بغیر معاوضہ کے نہیں پڑھ سکتے یہاں تو کوئی مطالبہ کسی قسم کا تم سے نہیں ہو گا۔ اب بھی اگر نہ پڑھو تو تمہاری قسمت۔

بڑی عمر والے، دنیوی کاروبار میں مشغول رہنے والے احباب بھی قرآن مجید ناظرہ حفظ کر سکتے ہیں۔ ہم ذیل میں چند مثالیں اس کی لکھتے ہیں۔ تاکہ تم لوگوں کو شوق و ہمت پیدا ہو۔ عزیزم حافظ محمد اقبال صاحب صدیقی جھنجھانوی مقیم کرشن نگر ۴ گنج اسٹریٹ لاہور جنہوں نے دفتر کی ملازمت کے دوران دار العلوم چرچ روڈ سے قرآن شریف حفظ کیا۔ اور کئی سال سے خالصاً لوجہ اللہ تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ گریڈ کے اعتبار سے بھی بہت ترقی کر لی اپنے دفتر کا کام بھی خوب محنت سے کرتے ہیں

(۲) جناب حافظ فضل الٰہی صاحب جی۔ اے۔ جی آفس میں اغلب ملازم ہیں۔ آپ نے بھی ملازمت کے دوران ہی قرآن پاک حفظ کیا ہے (۳) حافظ ارشد شہید مرحوم بہت بڑے افسر تھے ٹیلیفون کے محکمہ میں ملازمت کے دوران ہی میں قرآن پاک حفظ کریں۔ اور یہ بھی نہیں کہ دفتر کے کام میں سستی واقع ہوئی ہو۔ بلکہ ان کی تندہی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دیگر اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں دفتری لائن کے اعتبار سے بھی کافی ترقی کر گئے تھے۔ آپ صاحبان بھی کوشش کریں وہ دن دور نہیں کہ حفظ و ناظرہ قرآن مجید کی دولت سے نوازے جاؤ۔ اس کے علاوہ چند ممتاز مراکز یہ ہیں۔ جہاں واقعتاً صحیح تعلیم دی جاتی ہے۔

مدرسہ ترتیل القرآن واقع مسجد دھیان شاہ مزنگ لاہور (۳) دار الفرقان جامع مسجد ماڈل ٹاؤن۔ بی بلاک جہاں مشہور و معروف استاد فن مولانا قاری محمد شریف صاحب اور ان کے شاگرد تعلیم دیتے ہیں ماڈل ٹاؤن، گلبرگ کے نوجوانوں کو یہاں پہنچنا بہت آسان ہے (۴) مدرسہ تجوید القرآن زیر نگرانی محترم استاذ القراء قاری سید حسن شاہ صاحب شیرانوالہ گیٹ لاہور (۵) مدرسہ تجوید القرآن دار العلوم چرچ روڈ جہاں محترم قاری سراج احمد صاحب اور استاذ القراء جناب قاری عبد العزیز صاحب شوقی تعلیم دیتے ہیں۔ (۶) مسجد ایک مینارہ چوک انارکلی میں محترم استاذ القراء قاری عبد الوہاب صاحب مکی پڑھاتے ہیں۔ (۷) مدرسہ عالیہ عربیہ جامعہ اشرفیہ میں محترم قاری محمد صدیق صاحب پڑھاتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ عزیزم نفیس ایسا عمدہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ جس کا تعلق سننے ہی سے ہے۔ (۸) وحدت کالونی میں جناب قاری رضی الرحمٰن سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ ملتان میں محترم قاری رحیم بخش صاحب، کراچی میں محترم استاذ قاری عبد الرحیم صاحب میواتی اپنی محنت و جانفشانی کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔ ان حضرات سے فائدہ حاصل کیجئے گا۔ اس کے علاوہ بھی ملک کے گوشہ گوشہ میں قراء و مجودین حضرات خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ تمام فیض امام فن شیخ القراء حضرت مولانا عبد المالک نور اللہ مرقدہٗ آیۃ من آیات اللہ استاذ القراء حافظ قرأت عشرہ حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی برکاتہم کا ہے۔ یہ حضرات خوش قسمتی سے پاکستان بننے کے بعد ادھر تشریف لے آئے ہیں۔ ورنہ یہاں صحیح قرآن مجید کی تعلیم کہاں جتنے مدارس آج ملک میں نظر آتے ہیں۔ سب ان ہی حضرات کے مرہون منت ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ حضرت قاری محمد حسین صاحب مدظلہم فلات میں تو دوسری طرف استاذ الاساتذہ حضرت قاری کریم بخش نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد اللہ پاک کے پاک کلام کا صحیح معنی میں حق ادا کر رہے ہیں۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کی تلاوت ثواب کا باعث۔ اس کا سمجھنا، اس میں غور و فکر مرضی الٰہی کا موجب اس پر عمل کرنا نجات کا سبب، اس کی کتابت کرنا بھی ثواب، کتابت کا سیکھنا بھی نیکی۔ اس کی جلد باندھنا بھی کار خیر۔ اس کا چھاپنا بنانا بھی نیکی، مراد یہ ہے ہر نوعیت سے نیک نیتی تھے اس کے ساتھ جو عمدہ سلوک کیا جائے گا۔ بھلائی ہی بھلائی ہے کل عنداللہ سب ہی لوگ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

کتابت کے سکھانے کے سلسلہ میں اگرچہ اس فن کے جاننے والے جیسا کہ ہمارا تجربہ ہے۔ بخل سے کام لیتے ہیں۔ ایک مرد مومن سید نفیس صاحب نفیس رقم جو ملک کے ممتاز کاتبوں میں سے ایک ہیں۔ آج کل لائل پور میں مقیم ہیں" سیرت سید احمد شہید" کتاب کی کتابت کر رہے ہیں۔ ان سے بلیں بطیب خاطر آپ کو یہ فن سکھلائیں گے۔ آپ سید زادہ ہیں۔ سیدنا حضرت گیسو دراز نور اللہ مرقدہٗ کی اولاد مبارک میں سے ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس مولانا رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ کتابت کے سیکھنے کے سلسلہ میں ان سے فائدہ حاصل کرو، ثواب کا ثواب پاک روزی کا ذریعہ نہایت عمدہ فن ہے۔

باقی صد ۱۲ پر

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ —— مرتبہ: محمد مقبول عالم بی، اے۔ لاہور

ع نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یکم اپریل ۱۹۴۸ء جمعرات

جسم اور روح کا نظام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جسم اور روح کو ملا کر انسان بنایا ہے۔ جسم کا اپنا نظام ہے اور روح کا اپنا۔ جسم کی صحت اور، روح کی صحت اَور۔ جسم کی غذا اور ہے اور روح کی غذا اَور۔ جسم کی راحت اَور ہے اور روح کی راحت اَور۔ جسم کے اپنے پرائے اَور ہیں اور روح کے اپنے پرائے اَور — غرض دونوں کے الگ الگ نظام ہیں۔ اور انسان کا فرض ہے کہ ان دونوں کا خیال رکھے۔

جسم کی صحت تو یہ ہے کہ کھانے کے لئے بھوک لگے۔ کھانا کھایا جائے تو لذّت آئے اور کھانے کے بعد سرور حاصل ہو۔ اسی طرح روح کی صحت یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی کے لئے بھوک لگے اور ذکر کیا جائے تو لذّت آئے اور ذکر کے بعد سرور حاصل ہو۔ جیسے جسم کو بار بار کھانے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ پہلا کھانا ہضم ہو جائے تو پھر بھوک لگتی ہے۔ پھر اور کھاتے ہیں۔ اسی طرح صحتِ روحانی بحال ہو تو بار بار ذکرِ الٰہی کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر دو تین گھنٹے کے وقفے کے بعد یادِ الٰہی کی جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ عام انسان صاحبِ اصطلاح ہوتے ہیں اُن کی بہیمیت (حیوانیت) اور ملکیت (روحانیت) میں صلح ہوتی ہے۔ جسم کے کھانے کا وقت آئے تو ملکیت آڑے نہیں آتی۔ اور ملکیت کی یادِ الٰہی کا وقت آئے تو جسم آڑے نہیں آتا۔ کامل انسان وہ ہے جو دونوں کی ضروریات کا خیال رکھے اور ایک طرف ہی نہ جھک جائے۔ اگر ایک طرف جھک جائے گا تو وہ ایسے ہوگا۔ جیسے فالج زدہ آدمی جس کا ایک حصّہ مارا جائے۔ البتہ دونوں میں اہمیت روح کو حاصل ہے۔ اس لئے جسم کی صحت سے زیادہ روح کی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے سردی کے دنوں میں جسم نہیں چاہتا کہ باہر نکلے اور مسجد میں جائے۔ لیکن چونکہ روح کو دعوت آ چکی ہے۔ اس لئے وہ کہتی ہے میں ضرور جاؤں گی۔ تب جسم کے آرام کو نظر انداز کر کے مسجد میں جاتے ہیں۔ اگر ملکیّت اور بہیمیت میں صلح ہو تو اوّل تو تعارض ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر تعارض ہو بھی جائے تو ترجیح روح کو دی جائے گی کیونکہ یہ جسم سے زیادہ اہم ہے جسم تو مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا لیکن روح باقی رہے گی۔

لوگوں پر ضروریاتِ جسمانی کا کلوروفارم اتنا چڑھا ہُوا ہے کہ مدہوش ہیں اور مدہوشی میں روح کی صحت کا کوئی خیال ہی نہیں رکھتے اللہ والے اس مدہوشی کو دُور کرتے ہیں اور جب لوگ مدہوشی سے بیدار ہوتے ہیں تب انہیں سمجھ آتی ہے۔ جب تک تعلیمِ الٰہی اور سنّتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نہ ملے، بیداری پیدا نہیں ہوتی۔ لوگ سب کام مدہوشی میں کر رہے ہیں تب آنکھ کھلے گی جب قبر میں جائیں گے۔

۸ر اپریل ۱۹۴۸ء جمعرات

دیس اور پردیس

کئی بار بتایا جا چکا ہے کہ انسان اس گوشت پوست، ہڈیوں اور خون کے مجموعے کا نام نہیں ہے بلکہ انسان روح کا نام ہے — جب انسان مر جاتا ہے تو سب روتے ہیں کہ فلاں نہ رہا۔ "یہ نہ رہا" روح کے لحاظ سے بولتے ہیں۔ سو اصل انسان روح ہے۔ جسم انسان کی لاش ہے۔ روح ملفوف ہے جسم لفافہ ہے

ہمارا اصل دیس عالمِ بالا، عالمِ ملکوت، عالمِ ارواح ہے اور یہ عالمِ ناسوت (مادی جہان) پردیس ہے، وہ عالمِ امن ہے اور یہ عالمِ فساد۔ وہاں کوئی لڑائی، جھگڑا اور فساد نہیں۔ یہاں لڑائی جھگڑا اور فساد عام ہے۔ وہ عالم نورانی ہے اور یہ عالم ظلمانی ہے وہ عالمِ پاک ہے۔ وہاں سب پاک ہی رہتے ہیں، یہاں اکثر پلید رہتے ہیں۔ پاک کوئی کوئی ہے اور حکم اکثریت ہی پر لگتا ہے جیسے پاگل خانہ کو پاگل خانہ کہتے ہیں۔ حالانکہ اُس کے اندر سب پاگل ہی نہیں رہتے۔ نگران، افسر اور عملہ بھی ہوتا ہے۔ وہ عقلمند ہوتے ہیں۔ ایسے ہی جیل خانہ ہے وہاں سب قیدی ہی نہیں ہوتے بلکہ پولیس اور جیل کا عملہ بھی ہوتا ہے لیکن حکم اکثریت کے لحاظ سے لگتا ہے۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں بہتوں کو گمراہ کر دوں گا۔ کوئی ہی بچے گا۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ○ (۱۲ : ۱۰۶) اکثر بے ایمان ہیں اس لئے یہ پلیدوں کا جہان ہے اور وہ پاکوں کا جہان ہے۔

دیس کی یاد آتی ہے تو ایک دیس کے لوگ اکٹھے مل کر دیس کی باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا دیس عالمِ ملکوت ہے۔ اُس دیس کی باتیں ذکر اللہ ہے، نماز ہے، درسِ قرآن ہے جیسے ایک نفیس الطبع آدمی مردار خوار لوگوں کی گندی بستی میں آ جائے تو وہ بدبُو کی وجہ سے تنگ آ جاتا ہے۔ اور اسے اپنا دیس یاد آتا ہے۔ اسی طرح مومن کو دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور اپنا دیس یاد آتا رہتا ہے۔ دیس کی یاد کے لئے اپنے دیس کے ساتھی تلاش کئے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھی جاتی ہے۔ اسی طرح مومن اللہ والوں کی صحبت میں رہتا ہے۔ ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے۔ یہ ذکر کی مجلس، درس کی مجلس اور نمازیں آپس میں مل بیٹھنے کے موقعے ہیں — اور ذکر اُس دیس کی باتیں ہیں۔ فرشتوں کی باتیں ہی یہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا حکم بھی ہے کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ (۱۸ : ۲۸)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ بند رکھو جو صبح و شام اپنے رب کی یاد کرتے ہیں۔

از مفتی محمد شفیع صاحب

اِتّباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا کی چند روزہ اور ناقص زندگی میں بھی حقیقی راحت و سرور اور آرام و عیش تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے اتباع ہی میں منحصر ہے۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کے لئے جس طرح آخرت کی دائمی زندگی میں فلاح و صلاح اور ہر طرح کی راحت کا وعدہ ہے۔ اسی طرح دنیا میں بھی حقیقی راحت و سکون صرف انہیں کا حصہ ہے۔ اور جنت میں جانے سے پہلے دنیا ہی میں ایک طرح کی جنت ان کو دے دی جاتی ہے کہ قناعت اور تقدیر الٰہی پر رضا کے سبب وہ کسی حال میں پریشان و متشوش نہیں ہوتے۔ دنیا کے مصائب و آفات اور پریشانیوں کی صورتیں ان پر ضرور آتی ہیں اور بسا اوقات دوسروں سے زیادہ آتی ہیں۔ لیکن ان کے قلوب اس وقت بھی اپنی جگہ پر مطمئن اور مسرور ہوتے ہیں۔ زمانہ کے بڑے سے بڑے حوادث ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ مرتے میں بھی جیتے ہیں۔ اور بگڑنے میں بھی بنتے ہیں ؎

نہ شوخی چل سکی بادِ صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اسکی بنا کی

راحت و عیش جس کا تعلق قلب کے اطمینان و سکون سے ہے۔ بلاشبہ سارے عالم سے زیادہ انہیں حضرات کو حاصل ہے۔ یہی وہ نشہ ہے۔ جس کے سرور سے وہ شاہانہ سامان کو ذرا نظر میں نہیں لاتے ؎

زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب
من ملکِ نیم روز بہ انگے نمی خرم

ان کی بے سرو سامانی کے باوجود ساز و سامان والے ان کی راحت کو نہیں پا سکتے ؎

خوش فرش بوریا و گدائی خواب من
کیں عیش نیست در خور اورنگ خسروی

ان کا رشتۂ نیاز ایک ایسی بارگاہِ عالی سے جڑ جاتا ہے۔ کہ وہ ان کو سارے عالم سے بے نیاز کر دیتی ہے ؎

فقر میں بھی سر بسر کبر و غرور و ناز ہوں
کس کا نیاز مند ہوں سب سے جو بے نیاز ہوں

یہی وہ نقد جنت ہے۔ جو اللہ والوں کو دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔ اسی کو بعض ائمہ تفسیر نے آیتِ ذیل کی تفسیر میں لیا ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝

ترجمہ۔ جو شخص ڈرے اللہ سے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

یعنی ایک جنت آخرت میں اور ایک اسی دنیا میں۔ اور بعض روایاتِ حدیث میں جو دنیا کو مومن کے لئے (سجن) یعنی قید خانہ فرمایا ہے۔ یہ جنت اس کے منافی نہیں ظاہری اسباب و سامان اور صورت کے اعتبار سے دنیا ان کے لئے قید خانہ ہے۔ لیکن باطنی راحت و سکون کے اعتبار سے یہ قید خانہ بھی ان کے لئے جنت ہے۔

بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ (ترجمہ)

اس کا ایک دروازہ ہے کہ اس کے اندر تو رحمت ہی رحمت ہے۔ اور باہر کی جانب عذاب ہے۔

الغرض دنیا کی ظاہری زندگی میں بھی حقیقی راحت و سرور صرف ان ہی حضرات کا حصہ ہے۔ جو وحی الٰہی اور تعلیماتِ نبوی کے پیرو ہیں۔

البتہ اس دینی زندگی میں اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ تعلیمات نبوی سے اعتراض کرنے والے اگر بالکل کافر اور خدا کے باغی ہیں تو ان کو استدراج (ڈھیل) کے طور پر دنیاوی اور ظاہری سامانِ راحت، عزت و دولت سے محروم نہیں کیا جاتا۔ اور اگر وہ اہل ایمان ہیں تو فوری تنبیہ کے لئے اکثر ان کو اس زندگی میں عزت و دولت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے سوا دوسری قومیں خدا تعالیٰ کی مرضی و نامرضی اور حلال و حرام سے بے فکر ہو کر دینوی ترقی کے لئے کوئی اسکیم بنائیں تو دنیا کی ظاہری حیات میں اس کا کامیاب ہو جانا ممکن ہے۔ گو حقیقی راحت حاصل نہ ہو۔ مگر ظاہری سامانِ راحت اور عزت و راحت ان کو اپنی اختراعی تسام نازی ازم، اور کمیونزم اور سوشلزم وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہو جاوے تو بعید نہیں۔

غرض جن لوگوں نے متاعِ دنیا اور اس کے چند روزہ اور ظاہری ساز و سامان ہی کو اپنا محبوب حقیقی اور قبلۂ مقصود بنا لیا ہے۔ اور جن کی حالت قرآن کریم نے یہ بیان کی ہے کہ:-

اَلَّذِيْنَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا ط

وہ لوگ جو (صرف) حیاتِ دنیا ہی پر راضی ہو گئے۔

حقیقت شناس صاحب بصیرت تو ان کو یہی کہیں گے کہ ؎

آنانکہ بجز روئے تو جائے نگرانند
کوتہ نظرانند چہ کوتہ نظرانند

لیکن بہر حال ان کا یہ مقصود برلن اور امریکہ کی منڈیوں میں چین و جاپان کے بازاروں میں سٹالن اور مارکس کی چوکھٹ پر جبہ سائی کرنے میں حاصل ہو جانا ممکن ہے۔

لیکن مسلمان جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم پر ایمان رکھنے والا ہے۔ وہ ان بے دینوں کی نقل اتار کر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے دینوی عزت و دولت کے حصول میں بھی بجز سبز گنبد میں آرام فرمانے والے تاجدارِ مدینہ سید الانبیاء والمرسلین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں۔

ہمارے خواجہ صاحب مرحوم نے خوب فرمایا ہے ؎

بنیں ہم نہ ہندی، نہ روسی، نہ نازی
بنا لیں بس اپنے کو سچا حجازی
ہمیں پھر بہر حال لے جائیں بازی
مریں تو شہید اور ماریں تو غازی

تاریخ اسلام کا تجزیہ اس پر شاہد ہے۔ کہ مسلمان قوم نے جب کبھی اسوۂ حسنہ نبویہ سے منہ موڑا تو دنیا کی عزت و دولت نے بھی اس سے منہ موڑ لیا۔ جس وقت وہ تعلیماتِ نبوت کے حامل اور ان پر پورے عامل تھے۔ تو ان کے عروج و اقبال کا یہ عالم تھا کہ جنگل میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جانے والے امیر المومنین کے نام سے کسریٰ اور قیصر کے محلات میں زلزلہ پڑ جاتا تھا ؎

قباؤں میں پیوند پیٹوں پہ پتھر
قدم کے تلے تاج کسریٰ و قیصر

اور جب انہوں نے اس میں غفلت و کوتاہی شروع کی تو چار دانگ عالم میں ان کی پھیلی ہوئی سلطنت و حکومت خود بخود سمٹنا شروع ہو گئی۔ نہ اندلس کے قصر حمرا و زہرا ان کو بچا سکے۔ اور نہ مصر و قاہرہ کی قوت قاہرہ ان کے کام آ سکی۔ پھر جب کبھی سنبھلے تو حکومت سنبھل گئی اور بہکے تو سلطنت و حکومت میں بھی زوال آ گیا۔

غرض مسلمانوں کی دینوی مصائب و آفات اور عزت و دولت اور حکومت وغیرہ سے محرومی بھی ان کے برے اعمال کے نتائج اور تعلیماتِ قرآن و حدیث سے غفلت اور اعتراض کے ثمرات ہیں اگر ماضی کا تجربہ مستقبل کے لئے مشعل ہدایت اور درس عبرت ہو سکتا ہے۔ تو مسلمانوں کے عہد ماضی

باقی ص ۱۵ پر

ابو عبدالرحمٰن لودھیانوی - شیخوپورہ

حروفِ مقطّعاتِ قرآنی

قرآنِ پاک میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ جن میں ۲۹ سورتوں کے شروع میں۔ الٓمّٓ۔ الٓرٰ۔ الٓمّٓصٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ اور اسی قسم کے چند دیگر حروف ہیں۔ جو علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور ایک دوسرے سے قطع شدہ ہیں۔ اسی لئے ان کو حُرُوفِ مُقطّعات کہتے ہیں۔ ان حروف کی تعداد صرف چودہ ہیں۔ عربی زبان میں حُرُوفِ تہجی ۲۸ ہیں۔ اگر الف کو بھی حرف شمار کیا جائے۔ تو ۲۹ ہو جاتے ہیں۔

علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ حروف منجملہ متشابہات کے ہیں۔ کہ جن کو خدا تعالےٰ اور اس کا رسولؐ ہی جانتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ پ۳ ع ۹۔

(ترجمہ) اللہ وہ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس کی بعض آیتیں محکم ہیں۔ (یعنی ان کے معنی واضح ہیں) وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری آیات متشابہ ہیں۔ (جن کے معنی معلوم یا معیّن نہیں)

(**تفسیر**) قرآن کریم میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن کی مراد معلوم و متعیّن ہو، دوسری وہ جن کی مُراد معلوم متعیّن کرتے میں کچھ اشتباہ والتباس (شک و شبہ) واقع ہو جائے۔

اس کے جانچنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات کو پہلی قسم کی طرف راجع کرکے دیکھنا چاہیئے جو معنی اس کے خلاف پڑیں ان کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے۔ جو آیاتِ محکمات کے خلاف نہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ ہر کتاب میں ایک سِر (بھید) ہوتا ہے۔ اور قرآن میں اس کا سِرّ سورتوں کے شروع والے حروف ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہر کتاب میں ایک خاص بات ہوتی ہے۔ اور قرآن میں خاص بات حروفِ مُقطّعات ہیں (تفسیر کبیر)

حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ لکھتے ہیں۔ کہ "ان حروف کے اصلی معنوں تک کسی کو رسائی نہیں بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے درمیان ایک بھید ہے۔ جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمایا اور بعض اکابر سے جو ان کے معنی منقول ہیں۔ اس سے صرف تمثیل و تنبیہہ و تسہیل مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ حق تعالیٰ کی مراد یہی ہے۔ تو اب اس کو رائے شخصی کہہ کر غلط کرنا محض شخصی رائے ہے۔ جو تحقیق علماء کے بالکل خلاف ہے۔

اہل علم کا ایک جمّ غفیر یہ کہتا ہے کہ ان حروف کے معانی معلوم اور عند الخلق مفہوم ہیں۔ لیکن اس فریق کے تعیینِ معانی (معنوں کے مقرر کرنے) میں چند اقوال ہیں۔

(۱) یہ حروف ان سورتوں کے نام ہیں۔ جن کے شروع میں یہ لکھے ہوئے ہیں۔ اور قدیم عرب بھی حروفِ تہجی پر بعض چیزوں کے نام رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ نقد کو عینؔ اور بادل کو غینؔ اور مچھلی کو نوؔن اور پہاڑ کو قاف کہتے تھے۔ سورتوں کا ایسے حروف سے مسمّیٰ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارا کلام بھی انہیں حُروف سے مرکب ہے کہ جن سے تمہارا، پھر تم اس کی مثل کیوں نہیں لاتے۔

(۲) یہ کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں۔ ان کو سورتوں کے شروع میں تبرکاً ذکر کر دیا ہے، چنانچہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے۔ کہ وہ دعا میں کٓھٰیٰعٓصٓ یا حٰمٓ عٓسٓقٓ کہا کرتے تھے۔

(۳) یہ کہ اسمائے الٰہی کے اجزاء ہیں۔ الٓرٰ / حٰمٓ نٓ = الرحمٰن

(۴) قرآن مجید کے نام ہیں۔

(۵) یہ کہ ان میں سے کوئی صفت یا اسم الٰہی یا کوئی اور خاص رمز مراد ہے۔ اور اختصار کے طور پر اس حرف سے اس رمز کی طرف اشارہ کر دیا ہے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ الف سے مراد اٰلآءُ اللہ۔ یعنی خدا کی نعمتیں اور لام سے مراد لُطف اور میم سے مُراد مُلکِ الٰہی ہے یعنی اس کے مُلک میں جس قدر نعمتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ سب اس کے لُطف و کرم کا صدقہ ہے۔ منجملہ ان نعمتوں کے قرآن ہے، وہ بھی اس کے لطف سے بندوں کی بھلائی اور سعادت کے لئے نازل ہوا ہے اور انہیں سے یہ بھی منقول ہے کہ الف سے مراد اللہ اور لام سے مراد جبریل اور میم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہُوا ہے۔

(۶) یہ کہ محض خبردار کرنے کے لئے اور اس بات کے لئے کہ ایک کلام تمام ہو کر دوسرا شروع ہوتا ہے۔ یہ حروف بولے گئے ہیں۔ اور قدیم عرب بھی اپنے خُطبات میں اکثر ایسا کرتے تھے۔ یہ قطرب کا قول ہے۔

(۷) یہ کہ بحساب ابجد ان حُروف سے قوموں کے زمانۂ حکومت، دورِ سلطنت اور بقائے عزّت کی طرف اشارہ ہے۔ ابوالعالیہ کا یہی قول ہے۔ جیسا کہ بعض یہود نے آنحضرتؐ سے الٓمّٓ سنا تو ۷۱ برس کا حساب لگا کر یہ کہا کہ جس دین کی یہ تھوڑی سی مدت ہو اس میں ہم کس طرح داخل ہوں۔ اس پر آنحضرتؐ نے تبسّم فرمایا۔ یہودی نے پوچھا کہ کیا اس کے سوا کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ الٓمّٓصٓ۔ الٓمّٓرٰ، اس نے سُنکر کہا اب ہم کو شبہ میں ڈال دیا۔ کوئی بات ہم معیّن نہیں کر سکتے۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ)

جو لوگ ان حروف کو سُورتوں کے نام کہتے ہیں وہ ایک عمدہ بات نکالتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہر اسم کو اپنے مسمّیٰ سے ضرور مُناسبت ہوتی ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کو بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے۔ پس ان حروف کو اپنے معانی سے ایک خاص مناسبت ہے گویا کہ یہ ان کے مضامین کی فہرست ہیں۔ مثلاً (الف (ہمزہ) اور ہائے دونو غیب کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ (ھا) اس عالم کے غیب میں اور ہمزہ عالم مجرّد کے غیب میں مستعمل ہوتی ہے۔ اسی لئے استفہام کے وقت اَوْ اور اَمْ کہتے ہیں۔ اور عطف کے وقت اَوْ کیونکہ جس بات کو پوچھتے ہیں۔ وہ بہ نسبت متعیّن کے غائب ہیں۔ اسی طرح جس میں تردّد ہے وہ بھی غیب ہے۔ اور لام کو تعیّن کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی لئے تعریف کے وقت لام زیادہ کر دیتے ہیں۔ اور رَجُل کو الرّجُل بولتے ہیں۔ اور میم چونکہ دونوں لبوں کے ملنے سے ادا ہوتا ہے۔ تو اس کو ہیولائی تدلس پر استعمال کیا گیا۔ اور عالم تجرد سے تقیند و تحیّز (قید و بند) کے قید خانہ میں بند ہیں پس الٓمّٓ سے فیض مجرد مراد ہے کہ جو عالم تحیّز میں آیا اور بندوں کے علوم اور عادات کے موافق متعیّن ہوا۔ اور اس نے بندوں کے سخت دلوں کو نصیحت سے نرم کیا اور بُرے کاموں پر نادم اور شرمندہ کیا اور وہ کیا ہے؟ یہ سُورۂ بقرہ پس اجمالاً تمام سورۂ بقرہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ سُورہ گویا ان تین حروف الٓمّٓ کی تفسیر ہے اور یہی حال اور حروف کا ہے تفسیر حقانی)

دوسری تفسیر:- الٓمّٓ۔ یعنی الف۔ لام۔ میم کیونکہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے کتاب الٰہی سے ایک حرف پڑھا اس کے واسطے ایک نیکی ہے۔ اور اس نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے۔ لیکن میری مراد یہ نہیں ہے کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے۔ اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

ابن کثیر نے کہا کہ کُل حروفِ مُقطّعات جو قرآن میں وارد ہیں۔ اور ۲۹ سورتوں میں آئے ہیں جو حروف بار بار آئے ہیں۔ ان کو حذف کرنے سے

ان کی تعداد صرف ۱۴ رہ جاتی ہے۔ جس کا مجموعہ نص حکیم قاطع لہٗ سرّ ہوتا ہے۔ یعنی یہ کتاب حکیم حقیقی کی طرف سے اسرار لئے ہوئے ہے۔

بعض اکابر نے بیان کیا کہ الف سے انا، لام سے اللہ اور میم سے اعلم کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی انا اللہ اعلم۔ یعنی میں معبود برحق ہوں اور سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ لیکن حق یہ ہے کہ متشابہات کی تاویل کوئی نہیں جانتا یہ خدا اور اس کے رسولؐ کے درمیان رموز ہیں۔ جن پر ہمارا ایمان لانا فرض ہے اور یہی ہمارا فرض ہے۔ کہ ان سے جو کچھ بھی مراد ہو اس کو حق جانیں۔

حدیثوں میں متشابہات پر غور کرنے پر ممانعت آئی ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال سے مختلف زجر آمیز روایات کا ثبوت۔ ان لوگوں کے حق میں ملتا ہے۔ جو متشابہات میں گفتگو کرتے ہیں ہاں تفسیر کی اجازت علمائے راسخین کو ہے۔

اقسام آیات

سورہ آل عمران میں مطالب قرآنی کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں

(۱) محکمات (۲) متشابہات۔

متشابہات سے مقصود وہ بیانات ہیں۔ جن کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ علم کے پکے اور سمجھ کے سیدھے ہیں۔ وہ ان امور پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت معلوم کرنے کی کاوش میں نہیں پڑتے کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ یہ امور عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہیں۔ لیکن جو لوگ علم و بصیرت سے محروم ہیں۔ وہ ان میں کاوش کر کے فتنہ پیدا کر دیتے ہیں۔

محکم سے مقصود وہ مطالب ہیں۔ جو اصل و بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس لئے انسانی عقل کے لئے صاف صاف اور کھلے احکام ہیں۔ مثلاً توحید و رسالت، اوامر و نواہی، حلال و حرام متشابہ سے مقصود وہ مطالب ہیں۔ جن کا تعلق ماوراء العقل حقائق سے ہے۔ اور انسان علم و حواس کے ذریعہ ان کا ادراک نہیں کر سکتا۔ مثلاً خدا کی ہستی، مرنے کے بعد کی زندگی، عالم آخرت کے احوال، عذاب و ثواب کی حقیقت، پس ناگزیر طور پر ان کا بیان ایسے پیرایے میں کیا جاتا ہے۔ کہ فہم انسانی کے لئے ناقابل برداشت نہ ہو۔

پس جو لوگ سمجھ کے سیدھے اور علم میں پکے ہوتے ہیں۔ وہ محکمات کو اصل سمجھتے ہیں کہ عمل و ہدایت کے لئے کافی ہیں۔ اور متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے وہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس سے آگے قدم بڑھانا نہیں چاہیئے۔ لیکن جن لوگوں کی سمجھ میں کجی ہوتی ہے۔ وہ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اور ایمان و یقین کے لئے فتنہ برپا کر دیتے ہیں۔ (مولانا آزاد)

آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ظاہر کے مقابلہ میں خفی اور نص کے مقابلہ میں مشکل اور مُفسّر کے مجمل اور محکم کے متشابہ ہے۔ پس جس طرح محکم میں نہایت درجہ کا ظہور ہے متشابہ میں نہایت درجہ کا خفا ہے واضح ہو کہ محکم اور متشابہ کے معنی میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں محکم وہ کلام ہے کہ جس کی مراد معلوم ہو خواہ بالظہور خواہ بالتاویل اور متشابہ وہ ہے کہ جس کو خاص خدا ہی جانتا ہے جیسا کہ خروج دجال و قیامت،

بعض نے کہا کہ محکم وہ ہے کہ جس کے معنی واضح ہوں اور متشابہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جو کلام بامعنی ہے یا تو دوسرے معنی کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں۔ پس نص اور ظاہر تو دونوں محکم کی قسم ہیں۔ اور مجمل و ماؤل متشابہ کی قسم ہیں۔

حروف مقطعات متشابہات میں شامل ہیں

قرآنی سورتیں جن میں حروف مقطعات وارد ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) یک حرفی۔ سورہ صٓ سورہ قٓ۔ سورہ نٓ
پ۲۳ پ۲۶ پ۲۹

(۲) دو حرفی سورہ طٰہٰ۔ نمل۔ یٰسین۔ مؤمن۔ حٰم سجدہ
پ۱۶ پ۱۹ پ۲۲ پ۲۴ پ۲۴
زخرف۔ جاثیہ۔ احقاف۔ دخان
پ۲۵ پ۲۵ پ۲۶ پ۲۵

(۳) سہ حرفی سورہ بقرہ۔ آل عمران۔ یوسف۔ ہود۔ یونس۔ ابراہیم۔
پ۱ پ۳ پ۱۲ پ۱۱ پ۱۱ پ۱۳
حجر۔ شعرا۔ قصص عنکبوت۔ روم۔ سجدہ
پ۱۳ پ۱۹ پ۲۰ پ۲۰ پ۲۱ پ۲۱

(۴) چہار حرفی۔ المّرٰا۔ المّصٓ
پنج حروف کٓھٰیٰعٓصٓ پ۱۶ حٰمٓ عٓسٓقٓ پ۲۵

بقیہ: خطرۂ عظیم اور اس کا علاج

اب چند فضائل تلاوت کلام کے سلسلہ میں لکھے جاتے ہیں تاکہ کلام اللہ شریف کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو۔ اور جو پڑھنا جانتے ہیں۔ ان کے لئے مزید استقامت کا سبب ہو۔ نیز جو تلاوت میں سستی کرتے ہیں۔ ان کو احساس کمتری پیدا ہو!

(۱) بغیر ترجمہ سمجھے تلاوت کرنے پر بھی ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں ملتی ہیں۔ یہ توجب ہے۔ جب کہ قرآن شریف کو زبانی بے وضو پڑھے اور (۲) نماز میں کھڑے ہو کر پڑھا جائے تو حرف کے بدلے سو نیکیاں ملیں گی (۳) بیٹھ کر نماز میں پڑھے تو ہر حرف کے بدلہ پچاس نیکیاں ملیں گی۔ یعنی اگر کوئی نفل خواہ کسی وقت کے ہوں بلا عذر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا۔ اور اگر عذر ہو تب کوئی سی بھی نماز بیٹھ کر پڑھے گا۔ تو پھر پورا ثواب ملے گا۔ فرائض و وتر کی نماز بیٹھ کر بلا عذر پڑھنے سے نماز ہی نہیں ہوتی ثواب تو درکنار رہا۔ جو لوگ ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ غلط ہے۔ مزید مسائل کسی عالم دین سے معلوم کر لیجئے گا۔

(۴) جو آدمی باوضو قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھے۔ اس کو ہر حرف کے بدلہ پچیس ۲۵ نیکیاں ملیں گی (۵) اور جو بغیر وضو منہ زبانی پڑھے یعنی جتنا بھی یاد ہو اس کے بغیر وضو کئے قرآن مجید کو تو چھو نہیں سکتا۔ تو اس حالت میں ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں ملیں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی چھوٹی سی سورت بھی پڑھ لے تو ہزاروں نیکیاں مل جائیں گی۔

اور اگر کوئی ترجمہ سیکھے اور مطالب کو معلوم کرے تو اس کا اجر و ثواب تو کہیں زیادہ ہو گا۔ لہٰذا مترجم قرآن مجید سے یا جہاں قریب میں کوئی عالم دین صحیح العقیدہ درس قرآن دیتے ہوں وہاں شریک ہو جایا کریں۔ اگر روزانہ شریک نہ ہو سکے۔ تو ہفتہ میں ایک دن ضرور شریک ہوں! جیسا کہ لاہور میں مسجد شیرانوالہ گیٹ میں حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہ نے چالیس سال حسبۃً للہ درس دیا جہاں اب ان کے لائق صاحبزادگان درس دیتے ہیں۔ اسی طرح اپنے اپنے شہروں میں ایسی جگہ میں تلاش کرو اگر شریک نہ ہوئے تو عنداللہ پوچھ ہو گی۔

اب چند آداب و مسائل لئے جاتے ہیں (۱) حالت جُنب میں یعنی بے غسل ہونے کی صورت میں منہ زبانی بھی ایک آیت قرآن شریف کی تلاوت بھی نہیں کی جا سکتی (۲) اسی طرح حیض و نفاس والی عورتیں نہ قرآن مجید چھو کر تلاوت کر سکتی ہیں۔ نہ منہ زبانی، (۳) بچوں کا سبق سن سکتی ہیں۔ اور بتلا بھی سکتی ہیں۔ اس کا طریقہ کسی عالم دین کے ذریعہ معلوم کر لینا۔

عالم دین کون ہے۔ پنجاب میں بدقسمتی سے ہر وہ شخص جو ذرا سی بھی داڑھی رکھ لے وہ مولوی صاحب کہلایا جاتا ہے۔ یہ اندھیر کی بات ہے۔ جس طرح کباڑی بازار سے فوج کی استعمال شدہ خاکی وردی پہن کر ہر شخص تھانیدار اور فوج کا افسر نہیں بن سکتا اسی طرح بغیر پورا علم حاصل کئے بغیر سند لئے مولوی نہیں بن سکتا۔ اس کو مولوی کہنا ہی غلط ہے۔ تب ہی تو پنجاب اور سندھ میں بدعات و خرافات کا زور ہے۔ کہ ہر جاہل روٹی کمانے کی غرض سے داڑھی رکھ کر مصلیٰ سنبھال لیتا ہے۔ الامان والحفیظ۔

(۳) بے وضو چھو کر تو قرآن شریف ہرگز نہیں پڑھ سکتا البتہ زبانی جتنا یاد ہو بیٹھ کر چلتے پھرتے پڑھ سکتا ہے (۴) قرآن شریف چھو کر صرف اسی حالت میں پڑھ سکتا ہے۔ کہ وضو ہو اور جنبی نہ ہو (۵) رحل یا تکیہ پر رکھ کر پڑھے (۶) لیٹ کر نہ کرے۔ (۷) خوشبو لگا لے تو اور بہتر ہے۔ مزید فضائل و آداب و مسائل کے معلوم کرنے کے لئے فضائل قرآن مجید کا مطالعہ فرمائیگا۔

تلاوت میں ناغہ نہ کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اوّل مہینہ میں آتا ہے اوّل مہینہ میں ختم کرے نہیں تو چالیس دن میں تو ضرور ہی ختم کر لے۔ اور یہ بھی نہ ہو تو کم سے کم جتنا ہو سکے روز پڑھے۔ ناغہ ہو جائے تو دوسرے وقت پورا کرے یہ سنت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (۸) افسوس ہم اخبار پڑھنے کا ناغہ نہیں کرتے اور یہاں ناغہ ہو جاتا ہے۔

قاری عبدالمجید بھاکری - قاری ریڈیو پاکستان

محفلِ قرأت

گذشتہ رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب گڑھی شاہو کی مسجد اندروالی میں شبینہ قرأۃ فی التراویح کے پروگرام قیام اللیل میں مجھے ۲۹ واں پارہ پڑھنا تھا۔ سردی اور مسافت کے بُعد کی وجہ سے کی گئی معذرت احباب کے اصرار نے رَد کر دی۔ اور چند کرمفرماؤں کی معیت میں جا رہا تھا۔ کہ دورانِ سفر استاذی المکرم قاری نور محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ جامعۃ القرآن گڑھی شاہو نے فرمایا کہ امسال فروری میں جامعہ اشرفیہ کے زیرِ اہتمام محفل قرأت کا انعقاد ہونے والا ہے اور دوسرے قراءِ کرام کے علاوہ قاری عبدالباسط صاحب کا آنا بھی متوقع ہے۔ قاری عبدالباسط صاحب کی مصروفیات کے بارے میں جو کچھ سن رکھا تھا وہ اتنا زیادہ تھا کہ ایسی نادر محفل کا انعقاد اس وقت ناممکن سا نظر آیا۔ تاہم اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا کہ اگر اللہ رب العزت کی منشا ہے تو یہ سعادت ہمارے لئے بہت مبارک ثابت ہو گی۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

چند روز بعد جامعہ اشرفیہ کے دفتر سے فون پر معلوم ہوا کہ بین المملکتی محفل قرأت کی خبر غلط نہیں اور ۱۳ فروری کی تاریخ معین کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اخبارات کے کالموں میں ریڈیو لاہور کی مقامی خبروں میں کئی بار یہ اعلان ہوتا رہا۔

نہ جانے یہ دن لمبے ہو گئے تھے یا اشتیاق اور انتظار نے انہیں طویل کر دیا تھا۔ جوں جوں ۱۳ فروری قریب آتی جاتی۔ لاہور کے مختلف مدارس اور احباب کی مختلف محافل میں اس کا تذکرہ تیز ہوتا جاتا۔ فروری کی ۱۰ تاریخ بوندا باندی شروع ہوئی۔ اور تین چار روز ہوتی ہی رہی۔ یہ بارش ایک طرف تو بارانِ رحمت تھی۔ لیکن دل چاہتا تھا یا قدرت کاملہ دو چار روز اسے ملتوی کر دے۔ اور یا جامعہ اشرفیہ موسمی تغیرات کا مقابلہ کرتے ہوئے بہر حال اس محفل کے پروگرام کو تکمیل تک پہنچائے — جمعہ ۱۱ فروری مسجدِ حسنؓ جامعہ اشرفیہ کے جنوبی دروازہ کے سامنے وسیع میدان میں شامیانے نصب ہو چکے تھے۔ یہ دُور تک پھیلے ہوئے شامیانے جن کی اندر کی سطح مختلف رنگوں کے کٹے ہوئے کپڑوں سے بنے ہوئے پھولوں اور بیلوں سے مزیّن اور منقّش تھی۔ بڑے دلپذیر اور نظر نواز معلوم ہو رہے تھے۔ مسجد کے دروازہ کے سامنے تقریباً ایک سو معزّزین اور مہمانوں کے لئے جو اسٹیج بنایا گیا تھا قابلِ دید تھا لیکن رات کو اس شدّت سے بارش ہوئی کہ یہ سارے انتظامات معطل ہو کر رہ گئے اور سامعین کے بیٹھنے کے لئے مسجد کے وسیع ہال کو منتخب کیا گیا۔ دو چار روز پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اس سالانہ جلسہ کی کاروائی وزیرِ خزانہ شیخ مسعود صادق صاحب اور مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کی تقاریر تک ہی محدود اور محصور رہی۔ اس کے بعد تین اجلاس ہوئے۔ لیکن سالانہ جلسہ کا نام پھر سننے میں نہ آیا اور یہی وجہ ہے کہ امسال علماءِ کرام کی بہ نسبت قرّاءِ کرام کا پلّہ بھاری رہا۔

محفلِ قرأت کا پہلا اجلاس اتوار کے روز نمازِ ظہر کے بعد منعقد ہوا۔ مقامی مدارس کے طلباء کی تلاوت گو بڑی دلنواز تھی لیکن اس وقت سامعین کا موڈ کچھ اور چاہتا تھا — اناؤنسر نے معذرت کرتے ہوئے تشفی دی کہ باہر کے مہمان قرّاء کی تلاوت رات کے اجلاس میں ہو گی۔ مسجد کے ایک گوشے میں خدام الدین کے ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر چند احباب کی معیت میں ملے۔ فرمانے لگے۔ بچوں کی تلاوت بھی بہت خوب تھی۔ اور خدا معلوم قرّاءِ کرام کی تلاوت کا معیار کتنا بلند ہو گا۔

آنے والی رات بڑی اہم تھی اور دل ہی دل میں دعائیں مانگی جا رہی تھیں۔ کہ پروردگار! آج کی رات بارش رک جائے وگرنہ انسانوں کا یہ جمِ غفیر کہاں سمٹ سکے گا۔ اور دلوں کے رازدان نے ان دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اکثر لوگ عصر کی نماز کے بعد اگلی صفوں سے اس وجہ سے کہیں اٹھ کر نہ گئے کہ مبادا ایک دفعہ اٹھ جانے کے بعد یہ جگہ مل سکے گی یا نہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ محفلِ قرأت کا پروگرام نمازِ عشاء سے قبل شروع ہو چکا تھا — مجھے قاری حسن شاہ صاحب کی تلاوت کے آخری کلمات نصیب ہوئے۔ اور چند لمحے بعد حضرت قاری نور محمد صاحب تلاوت فرما رہے تھے نمازِ عشاء سے قبل علامہ خالد محمود صاحب نے بحیثیت اناؤنسر اعلان کیا۔ اب مولانا احترام الحق صاحب ایک نظم سنائیں گے۔ جس میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے جانے والے ایک دوست نے اپنے احساسات کا اظہار کیا ہے اس نظم کے تین اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اور دعا کیجئے کہ اللہ رب العزّت ہمیں بھی یہ سعادت نصیب فرمائے ؎

ایک دن ہم اثرِ دیدۂ تر دیکھیں گے
روضۂ شاہِ امم پیشِ نظر دیکھیں گے
اے جبیں سیکھ لے جاروب کشی کے آداب
تجھ کو معلوم ہے اک رہگذر دیکھیں گے
قبۂ نور کے بوسے جو نگاہیں لیں گے
لِلّٰہِ الحَمد کہ معراجِ نظر دیکھیں گے

اس دلآویز نظم کے بعد اعلان ہوا کہ اب عشاء کی اذان ہو گی اذان ہو رہی تھی اور مسجد کے اندر، باہر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ شاید اس لئے کہ ان ہزاروں انسانوں کے پروردگار کی وحدانیت اور ان کے پیغمبرؐ کی رسالت کا اعلان ہو رہا تھا۔ چند ثانیے بعد جب جماعت ختم ہوئی تو لوگ اسٹیج کی طرف اس تیزی سے آ رہے تھے گویا آج کی رات عشاء کی فرض رکعتوں کے بعد سنّت اور وتر پڑھنے انہیں یاد ہی نہیں! مجمع کے ان افراد کے اشتیاق کا عالم یہ تھا کہ سنت اور وتر پڑھنے کے لئے جگہ ہی نہ رہی اور لوگ صفوں کے درمیان دفعتاً آ کر بیٹھ گئے۔ اگر آپ اس وقت کے نظارے کو دیکھتے تو ہر طرف انسان ہی انسان۔ بچے، بوڑھے اور جوان۔ اور یہ کسی خاص طبقہ سے ہی متعلق نہ تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے۔ جو سینما کا پروگرام اس لئے چھوڑ کر آئے تھے کہ باہر کے ممالک کے مہمان قاری آئے ہیں۔ آج اُن کی زبان سے قرآن سنیں گے — اور سینکڑوں تاجر اور دکاندار اسی غرض سے سرِ شام مسجد میں پہنچ گئے تھے اور سینکڑوں خوش نصیب افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے لاہور کا سفر محض اس محفل میں شرکت کے لئے کیا تھا۔

جامعہ اشرفیہ کے مینار کے چاروں طرف زرد رنگ کے بلب جگمگا رہے تھے۔ مینار کے گنبد کے اندر سبز رنگ کی ٹیوبیں اس قرینے سے لگائی گئی تھیں کہ صرف ان کی

روشنی نظر آتی تھی۔ مسجد کی مغربی منڈیر پر جنوب سے شمال تک رنگ برنگے بلب روشن تھے۔ تقریباً ایک ایک فٹ کے فاصلے پر تین تین گز لمبی تار زمین کی طرف لٹک رہی تھی۔ جس میں یہ قمقمے لگے ہوئے تھے جس دروازے سے مہمان قرّاء کرام نے گذرنا تھا اس کے اوپر چھوٹے چھوٹے بلب اس انداز سے لگائے گئے تھے جیسا کہ پانی کا فوارہ چل رہا ہے۔ اور پانی اچھل اچھل کر اطراف میں گر رہا ہے۔ محراب والی دیوار پر جو بلب آویزاں تھے اگر آپ سڑک سے دیکھتے تو گویا شب عروسی کی دلہن ہے جس کی پیشانی پر جھومر جگمگا رہا ہے۔ بادل چھٹ چکے تھے۔ اور آسمان ستاروں کے ذریعہ زمین کی اس رونق اور تابانی کو دیکھ کر گویا انگشت بدنداں تھا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا۔ زمین! کاش مجھ پر بھی تیری طرح انسان اتنا اہتمام کر کے قرآن پڑھتے اور سنتے۔

میں نے ریڈیو پاکستان لاہور سے فوجی بھائیوں کے پروگرام میں مذہبی مقرر یعنی "ارشاد باری تعالیٰ" والے حافظ محمد سلیم تابانی سے پوچھا۔ آپ کے اندازے میں اس محفل قرأت میں شریک افراد کی کتنی تعداد ہوگی۔ جبکہ جامعہ اشرفیہ شہر کی قدیم آبادی سے چار میل باہر ہے اور بارش کے امکان اور ہوا کی ٹھنڈک سے اکثر لوگ نہ آسکے ہونگے بولے دس یا گیارہ ہزار۔ کچھ دیر بعد ریڈیو پاکستان لاہور کی طرف سے اس محفل قرأت کا ریکارڈ تیار کرنے والے عملے کے سربراہ جناب عبدالحی قریشی سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا اس مجمع کی تعداد کے بارے میں آپ کا اندازہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا پندرہ سولہ ہزار۔ قطع نظر اس تخمینہ اور اندازہ سے مسجد کی دونوں گیلریاں مستورات سے بھر چکی تھیں۔ اور اوپر والی منزل کے برآمدوں میں بھی عورتیں ہی عورتیں تھیں۔ مسجد حسن کا وسیع ہال، برآمدہ، صحن، ملحقہ خانقاہیں اور درسگاہیں غرض جس طرف نگاہ اٹھتی تھی خالی جگہ کوئی نظر نہ آتی تھی۔ مسجد کے شمالی برآمدہ میں تقریباً پندرہ گز جگہ ٹیپ ریکارڈز کے لئے مخصوص کر دی گئی تھی۔ صرف اس جگہ میں نے سرسری نظر ڈال کر گنے تھے تین درجن سے زائد ٹیپ ریکارڈ چل رہے تھے۔

محفل قرأت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اور انڈونیشیا کے قاری فواد زین مائیکروفون کے سامنے آئے۔ اور قرأت سے پہلے السلام علیکم کہا۔ اور ان کے باقی دو ساتھیوں کا طریقہ بھی یہی تھا۔ سر پر سیاہ رنگ کی انڈونیشی ٹوپی ہے۔ کوٹ پینٹ میں ملبوس ہیں۔ نگاہوں میں غضب کا خمار ہے۔ سیاہ مونچھوں نے کتابی چہرہ کو مزید دلکش بنا دیا تھا۔ دایاں ہاتھ اٹھا کر داہنی رخسار سے نیچے اور ہونٹ سے دو چار انچ اوپر رکھ کر تلاوت فرما رہے تھے اگرچہ پڑھنے میں سادگی کا رنگ غالب تھا تاہم کچھ آنکھیں اشکبار ہو چکی تھیں۔

ان کے بعد اعلان ہوا کہ اب مکہ ریڈیو کے قاری الشیخ جمیل آشی تلاوت فرمائیں گے چند ثانیے بعد اسٹیج پر ارض مقدس کی عظیم شخصیت جلوہ افروز تھی۔ حجازی داڑھی میں سیاہ بالوں کی بہ نسبت سفید بال زیادہ تھے آنکھوں پر نظر کی عینک اور سر پر سفید رومال جسے سیاہ حلقہ گھیرے ہوئے تھا۔ حجازیوں کی طرح سیاہ جبہ زیب تن تھا۔ بایاں ہاتھ اٹھایا اور بائیں طرف انگوٹھا رخسار پر اور شہادت کی انگلی ناک کے اگلے حصے پر رکھتے ہوئے فرمایا۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ "اس ذات پر بھروسہ رکھ جو موت سے پاک ہے۔" مجمع سے بیک وقت ایک آواز اٹھی اور یہ آواز پورے مجمع کی تھی یعنی اللہ۔ ان کی آواز میں بجلی کی کڑک اور رسیلے ترنم کا دلآویز امتزاج تھا۔ کچھ دیر کے بعد میرے سامنے تصور نے یہ نقشہ پیش کیا کہ عرب کا ریگستان ہے۔ کڑاکے کی دھوپ میں ایک عظیم انسان، ایک بے نظیر انسان صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی بستی کی طرف امن اور نجات کا پیغام لے کر آیا تھا۔ اور جب واپس جا رہا ہے تو جسم بے شمار پتھروں کے زخموں سے مجروح ہے۔ پنڈلیاں خون آلود ہیں اور جوتے اندر باہر سے خون ہی خون ہو رہے ہیں۔ ذہن پر مشرکوں کی طرف سے دئے ہوئے طعنوں کا بوجھ ہے۔ کہ مطلوب حقیقی کی طرف سے پکار آ رہی ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔ ان آیات کو قاری جمیل آشی جس حجازی لب و لہجہ میں ادا کر رہے تھے اس سے پردہ کشائی الفاظ اور قلم کے بس کی بات نہیں۔ نہ جانے آنکھوں کو کیا ہو گیا تھا کہ آنسو بہا رہی تھیں۔

اس کے بعد انڈونیشیا کی جمعیت القرّاء والحفاظ کے سیکرٹری جنرل شیخ عبدالعزیز مسلم کی تلاوت ہوئی۔ یاد رہے کہ یہ جمعیت تیس ہزار قرّاء اور حفاظ کو گھیرے ہوئے ہے جو انڈونیشیا کے اطراف و اکناف میں قرآن مجید کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں۔ آواز میں موسیقیت بھی کمال کی تھی اور قاری عبدالباسط کے طرز ادا کا حتی الامکان تتبع کر رہے تھے۔ سورۃ قیامہ کی اکثر آیات تو کچھ ایسے انداز سے تلاوت کیں کہ داد و تحسین کے نعرے فلک شگاف تھے اور مجمع لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

چند لمحے بعد جمہوریہ یمن کے مشہور قاری الشیخ محمد علی شرف الدین اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ سرخ و سفید چہرہ ٹھوڑی پر سنتی طرز کی کالی داڑھی اور آنکھوں پر سیاہ عینک، سر پر سفید رومال کی پگڑی دونوں ہاتھ کانوں کے قریب لا کر جب کھرج بھری آواز میں سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت شروع کی تو یوں محسوس ہونے لگا کہ شاید یہ آیات ابھی ابھی اتر رہی ہیں اور ابھی ابھی سنی جا رہی ہیں۔ ہر ہر حرف اپنے اپنے مخرج سے اس مضبوطی اور خوبی سے ادا ہو رہا ہے۔ گویا کوئی قدرتی کان موتیوں کو ڈھال ڈھال کر اور تراش تراش کر فضا میں بکھیر رہی ہے۔ وقف کے بعد اس پیارے انداز میں جھومتے کہ آنکھیں سیر ہی نہ ہوتیں۔ یمن کے اس عظیم قاری کو جھومتا دیکھ کر مجھے حضرت عکرمہ رضی بن ابو جہل کی سیرت کا یہ واقعہ یاد آ گیا۔ جب آپ تلاوت کرتے کرتے قرآنی تاثیر سے متاثر ہوتے تو جھوم جھوم کر فرماتے۔ هٰذَا كِتَابُ رَبِّيْ، هٰذَا كِتَابُ رَبِّيْ۔ یہ میرے رب کی کتاب ہے۔ یہ میرے رب کی کتاب ہے۔ اور جب انہوں نے صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ کہا تو قریب سے ایک آواز آئی۔ کاش یہ ابھی تھوڑا اور پڑھتے۔

آپ کے بعد پاکستانی قرّاء کی تلاوت ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بھی داد و تحسین وصول کرنے میں ان قرّاء سے پیچھے نہیں رہے۔

انڈونیشی وفد کے صدر شیخ محمد بسیوری علوی طبیعت کی قدرے علالت کے باوجود اپنے وفد کے صدر ہونے کی وجہ اپنی امتیازی اور خصوصی شان تلاوت سے ظاہر فرما رہے تھے

آپ کے بعد متحدہ عرب جمہوریہ کے قاری محمد عطا رزق صاحب تشریف لائے۔ اللہ اللہ کیسا نورانی چہرہ تھا۔ کالی اور سفید شرعی داڑھی سر پر سرخ رنگ کی ٹوپی اور اس کے اطراف پر سفید رنگ کی ایک پٹی لپٹی ہوتی تھی وہ شاید مصر کے مذہبی پیشواؤں کا خصوصی شعار ہوگا۔ چونکہ آپ کراچی میں بحیثیت معلم کے اقامت پذیر ہیں اور پاکستان کے موجودہ ہنگامی حالات کو پیش نظر رکھ کر مقتضائے حال کے موافق سورۃ انفال کا انتخاب کر کے تلاوت فرما رہے تھے۔

آپ کے بعد عالم اسلام کے مشہور قاری اور اپنی طرز ادا کے منفرد موجد اور اپنے عہد کے عظیم قاری الشیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد اسٹیج

کی زینت بنے ہوئے تھے۔ سفید اور سُرخ رنگ کی مخطّط چادر اوڑھ کر مربع صورت میں بیٹھے تھے۔ اور مجمع بے قابو ہو رہا تھا۔ کہ اس شخص کو قریب سے دیکھیں۔ نسواری رنگ کے جبّے میں ملبوس ۲۸ سالہ شیخ نے دونوں ہاتھ اٹھائے ہتھیلیاں رخساروں کو چھو رہی تھیں۔ اور انگلیوں کے سرے کبھی پیشانی اور کبھی آنکھوں کے ابرؤوں کو چھو رہی تھیں۔ جب مختصر اور طرح بھر کر کسی جملے کو ادا کرتے تو ہاتھوں کو نہ اٹھاتے لیکن جس وقت آواز اٹھاتے اور لمبی سانس میں آواز لہراتی ہوئی اور تنوّع پیدا کرتی ہوئی گلے سے گذرتی تو آواز کے لہراؤ کے ساتھ ساتھ ہاتھوں کو بھی لطیف سی جنبش ہوتی۔

اور جب تلاوت کرتے کرتے اپنے خاص انداز اور ذاتی موڈ میں آتے تو عوام دم بخود تھے کہ اس شخص کا سانس کتنا لمبا ہے اور خواص محوِ حیرت تھے کہ اللہ کا آخری کلام کس حسن و خوبی سے پڑھا جا رہا ہے اور قراء سوچ رہے تھے کہ اس شخص نے اپنے ذہن کے کتنے گوشے بنا رکھے ہیں جہاں سے مختلف آوازیں اور مختلف انداز کے اوقاف لالا کر سنا رہا ہے اور قطع نظر مسلمانوں کے اس نے ہر ذی عقل انسان کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہو جہاں سے اس شخص کی تلاوت کے ریکارڈ نشر نہ کئے جاتے ہوں۔

مرنجاں مرنج طبیعت کے اس جلیل القدر قاری سے مَیں نے پیر کے روز قلعہ لچھمن سنگھ کریم منزل حاجی محمد احمد صاحب کی کوٹھی پر دعوت میں مصافحہ کرنے کے بعد قاہرہ ریڈیو کا یہ خاص جملہ صَوْتُ الْعَرَبِ مِنَ الْقَاهِرَة کہا تو طَیِّب کہتے ہوئے اس انداز میں ہنسے کہ دانتوں کی چمک سے شبہ ہوتا تھا شاید جواہرات کی کان کا منہ کھل گیا ہے اور موتی چمک رہے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کی وسیع و عریض عمارت ہجوم سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ رات کے بارہ بجنے کو تھے اور آپ اپنے فن کا بڑی حسن و خوبی سے مظاہرہ کر رہے

آپ کی تلاوت ختم ہوئی تو کچھ لوگوں نے سمجھا کہ شاید محفلِ قرأت کا پروگرام ختم ہو گیا ہے۔ اعلان ہوا کہ حضرات! اب مصر کے شیخ القراء الشیخ محمود خلیل الحُصَری تلاوت فرمائینگے۔ متحدہ عرب جمہوریہ کے محکمۂ اوقاف کے مشیر اعلیٰ ۴۸ سالہ سفید ریش شیخ القراء مائیکروفون کے سامنے آکر جلوہ افروز ہوئے تو نہ جانے ان کے احترام کی وجہ سے عقیدت کے سر کیوں جھک رہے تھے۔ آنکھوں پر نظر کی عینک نے چہرے کو مزید دلکش بنا رکھا تھا۔ تلاوت جو شروع کی تو یوں محسوس ہوا گویا انوار و تجلّیات کا ایک سیلِ رواں جاری ہو گیا ہے۔ آپ سے پہلے انڈونیشی قرأ نے دایاں ہاتھ، حجازی اور ایک مصری قاری نے بایاں ہاتھ اٹھا کر اور شیخ محمد علی شرف الدین اور قاری عبدالباسط صاحبان نے دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر تلاوت کی تھی۔

لیکن آپ ان تکلّفات سے بالاتر تھے۔ دورانِ تلاوت ایک ہاتھ بھی ایک دفعہ بھی نہیں اٹھایا۔ اور میرا سر فخر سے اونچا ہو رہا تھا کہ ہمارے پاکستان کے اساتذہ کرام اصول و قواعد اگرچہ وہ فروعی ہوں کے کتنے پابند ہیں۔ فضیلت الشیخ محمود خلیل الحصری کو اللہ رب العزت نے جو آواز عنایت فرمائی ہے اُس میں غضب کا جادو، کمال کا سوز اور انتہا کا گداز پایا جاتا ہے۔

کہیں کہیں سر کی جنبش اور اشارات سے کام لے کر تلاوت کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے بڑی متانت سے سمجھا رہے ہیں۔ اور ما فی الضمیر کی وضاحت و تشریح میں مصروف ہیں۔ اُن کی زبان سے ایک ایک حرف تجوید اور قرأت کے سانچوں میں ڈھل ڈھل کر ایسے ادا ہو رہا تھا کہ فنِ تجوید کے بڑے بڑے ماہر دم بخود تھے۔

ان میں ایک خاص بات جو دیکھی وہ یہ ہے کہ تلاوت شروع کرنے سے پہلے بھی ان کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اغلب گمان ہے کہ کوئی خاص دعا پڑھ رہے تھے اور جب تلاوت ختم کی جب بھی آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے تھے۔

ایک عرصہ ہوا عرب ممالک کے ریڈیوز اکثر آپ کی تلاوت سننے کا موقع مل جاتا تھا لیکن بالمشافہ سنی تو بڑا فرق پایا۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ حیران ہوں کہ اب گھر پر جس وقت ٹیپ ریکارڈر کھولتا ہوں۔ تلاوت کی آواز کے ساتھ جب ان کا اندازِ ادا ذہن میں آتا ہے تو کیوں آنسو بہہ پڑتے ہیں حاجی محمد احمد صاحب کی کوٹھی سے جب آپ تشریف لے جانے کے لئے کار میں بیٹھے تو مَیں نے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ اور ابھی فی امان اللہ کہا ہی تھا کہ کار اسٹارٹ ہو گئی۔ اور مَیں پوچھتے پوچھتے رہ گیا کہ حضرت آپ تلاوت سے قبل کون سی دعا پڑھ رہے تھے۔ لیکن آپ نے مسکراتے ہوئے فی امان اللہ کہا اور کار روانہ ہو گئی۔

کتنی مبارک تھی وہ رات جب جامعہ اشرفیہ کے ارد گرد ہزاروں انسان خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت سے محظوظ ہو رہے تھے سبحان اللہ، ماشاءاللہ، جزاك الله اور الله اکبر کی فلک شگاف صداؤں سے وہ سماں بندھا ہوا تھا کہ قلم اس منظر کو الفاظ کے آئینہ میں اتارنے سے قاصر ہے۔

رات ڈھل چکی تھی۔ اور حرمِ پاک کے شیخ الحدیث الشیخ محمد علی یمنی ملّتِ اسلامیہ کے اتحاد، پاکستان کی سالمیت، حکومتِ پاکستان کی بہبود اور فلاح اور کشمیر کی آزادی کے لئے عربی میں دعا مانگ رہے تھے۔ اور مَیں یہ کہتا ہوا واپس آگیا ؎

گر تو مے خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

بقیہ: اتباعِ رسول ؐ

کا طویل و عریض زمانہ اور اس کی تاریخ کا ہر موقع ان کو ان کی ہر صلاح و فلاح کے لئے صرف ایک سبق دیتا ہے۔ جو بالکل واضح اور جلی ہے۔ جس کو امام مدینہ حضرت مالک بن انس رضؓ کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما صلح بہ اوّلھا۔ ترجمہ: اس امت کے آخری دور کی اصلاح کوئی چیز بجز اس طریق کار کے نہیں کر سکتی جس کے ذریعہ اس امت کے دورِ اوّل کی اصلاح ہوئی تھی۔"

اور ظاہر ہے کہ وہ طریق کار جس نے عرب کے بدوؤں کو تہذیب انسانی کا معلم، وحشیوں کو سیاست مدن کا مجدّد، گمراہوں کو دنیا کا رہبر، بد اخلاقوں کو خوش اخلاقی کا پیکر، مریضوں کو مسیحا بنا دیا وہ کیا تھا؟ صرف قرآنی نظام اور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات کا اتباع۔

مولانا سید سلیمان ندوی رح

انسانیّت کی تکمیل

دوستو! میرے گذشتہ بیانات نے اگر تمہارے دلوں میں نقشی کا کوئی اثر پیدا کیا ہے۔ تو صرف اپنے عقیدہ سے نہیں بلکہ عقلی استدلال اور دنیا کی عملی تاریخ سے تمہارے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو گیا ہو گا کہ بنی نوع انسان کی حقیقی بھلائی، اعمال کی نیکی، اخلاق کی بہتری دلوں کی صفائی اور انسانی قویٰ میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کرنے کی کامیاب کوششیں اگر کسی طبقۂ انسانی نے انجام دی ہیں۔ تو وہ صرف انبیائے کرام کا طبقہ ہے، جو خدا کے فرستادہ ہو کر اس دنیا میں آئے اور دنیا کو نیک تعلیم اور ہدایت دے کر اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے چلنے کا ایک راستہ بنا کر چھوڑ گئے، جن کی تعلیم و عمل کے سرچشمہ سے بادشاہ و رعایا، امیر و غریب، جاہل و عالم سب برابر کا فیض پا رہے۔

آج انسان کے سرمایہ میں فلاح، سعادت اخلاق، نیک اعمال اور بہترین زندگیوں کے جو کچھ اثرات و نتائج ہیں۔ وہ سب ان ہی بزرگوں کے فیوض و برکات ہیں، وہ جگہ جگہ اپنے نقش قدم چھوڑ گئے، اور دنیا کم و بیش ان ہی پر چل کر اپنی کوشش کی کامیابی کو ڈھونڈ رہی۔

نوحؑ کا جوشِ تبلیغ، ابراہیمؑ کا ولولہ توحید، اسحٰقؑ کی وراثتِ پدری، اسمٰعیلؑ کا ایثار، موسیٰؑ کی سعی و کوشش ہارونؑ کی رفاقتِ حق، یعقوبؑ کی تسلیم، داؤدؑ کا عبرتِ حق پر ماتم، سلیمانؑ کا سرودِ حکمت، زکریاؑ کی عبادت یحییٰؑ کی عفت، عیسیٰؑ کا زہد، یونسؑ کا اعتراف قصور، لوطؑ کی جانفشانی، ایوبؑ کا صبر، یہی وہ حقیقی نقش و نگار ہیں۔ جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہے۔ اور جہاں کہیں ان صفات عالیہ کا وجود ہے۔ وہ ان ہی بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کا عکس ہے۔

انسانوں کی عمدہ معاشرت، صحیح تمدن اور اعلیٰ مسرت کی تکمیل اور کائنات کے اندر اس کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ حاصل کرانے میں یقیناً تمام رکن طبقات انسانی کا حصّہ ہے۔ ہیئت دانوں نے ستاروں کی چالیں بتائیں۔ حکماء نے چیزوں کو خواص ظاہر کئے۔ طبیبوں نے بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے، مہندسوں نے عمارتوں کا فن نکالا، صنّاعوں نے ہنر اور فن پیدا کئے۔ ان سب کی کوششوں سے مل کر یہ دنیا تکمیل کو پہنچی، اس لئے ہم ان سب کے شکرگزار ہیں۔ مگر سب سے زیادہ ممنون ہم ان بزرگوں کے ہیں۔ جنہوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد کیا، جنہوں نے ہماری حرص و ہوا کی اندرونی چالیں درست کیں۔ ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے۔ ہمارے جذبات ہمارے احساسات اور ہمارے ارادوں کے نقشے درست کئے ہمارے نفوس قلوب کے عروج و تنزّل کا فن ترتیب دیا، جس سے دنیا کے صحیح معاشرت کی تکمیل ہوئی، اخلاق و سیرت انسانیت کا جوہر قرار پایا، نیکی اور بھلائی ایوان عمل کے نقش و نگار ٹھہرے، خدا و بندہ کا رشتہ باہم مضبوط ہوا۔ اور روز الست کا بھولا ہوا وعدہ ہم کو یاد آیا، اگر ہم انسانی سرشت کے ان رموز و اسرار اور نیکی و سعادت کی ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا کبھی تکمیل کو پہنچ سکتی؟ اس لئے اس برگزیدہ اور پاک طبقہ انسانی کے احسانات ہم انسانوں پر سب سے زیادہ ہیں۔ اور اس لئے ہر فرد انسانی پر خواہ وہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہو۔ ان کی شکرگزاری کا اظہار واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے جو ہمیشہ انبیائے کرام کے نام نامی کے ساتھ ہم ادا کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ وَ سَلِّمْ ۝

حضرات! یہ نفوس قدسیہ اپنے اپنے وقت پر آئے اور گذر گئے۔ اس عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں، ان کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم ہوں تاہم وہ دوام و بقا کی دولت سے سرفراز نہ تھیں۔ اس لئے آئندہ آنے والے انسانوں کے لئے جو چیز رہبر ہو سکتی ہے، وہ ان کی زندگیوں کی تحریری اور روایتی عکس اور تصویریں ہیں۔ ہمارے پاس اس کے سوا سرمایۂ سعادت کی حفاظت کا کوئی اور طریقہ نہیں، دنیا میں پچھلے عہد کے علوم، فنون، خیالات، تحقیقات، واقعات اور حالات کے جاننے کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں، انسانی زندگیوں کے ان ہی تحریری اور روایتی عکسوں اور تصویروں کا نام تاریخ اور سیرت ہے۔ ہماری زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں ممکن ہے۔ کہ سانحہ زندگی میں کوئی نہ کوئی عبرت و بصیرت ہو، لیکن ہماری اخلاقی اور روحانی زندگی کی تکمیل و تزکیہ کے لئے صرف انبیائے کرام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والی ہستیوں کی تاریخیں اور سیرتیں ہی کارآمد اور مفید ہو سکتی ہیں۔ اب تک دنیا نے ان ہی سے فیض پایا ہے، اور آئندہ بھی ان ہی سے فیض پا سکتی ہے۔ اس لئے دنیا کا اپنے تزکیہ اور تکمیل روحانی کے لئے ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرتوں کی حفاظت سب سے بڑا اہم فرض ہے۔

بہتر سے بہتر فلسفہ، عمدہ سے عمدہ تعلیم، اچھی سے اچھی ہدایت زندگی نہیں پا سکتی اور کامیابی نہیں ہو سکتی، اگر اس کے پیچھے کوئی ایسی شخصیت اس کی حامل اور عامل ہو کر قائم نہیں ہے۔ جو ہماری توجہ، محبت اور عظمت کا مرکز ہو۔ جس جہاز کرد کو دیا نامی سے ہم اوائل فروری ۱۹۲۴ء میں حجاز و مصر سے واپس آ رہے تھے، اتفاق سے مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور بھی اسی پر امریکہ کے سفر سے واپس ہو رہے تھے، ایک رفیق سفر نے ان سے سوال کیا کہ برہمو سماج کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟ حالانکہ اس کے اصول بہت منصفانہ اور صلح کل کے تھے، اس کی تعلیم تھی کہ سارے مذہب سچے اور کل مذہبوں کے بانی اچھے اور نیک لوگ تھے اس میں عقل اور منطق کے خلاف کوئی چیز نہ تھی۔ وہ موجودہ تمدن، موجودہ فلسفہ اور موجودہ حالات کو دیکھ کر بنایا گیا تھا۔ تاہم اس نے کامیابی حاصل نہ کی فلسفی شاعر نے جواب میں کتنا اچھا نکتہ بیان کیا کہ یہ اس لئے ناکامیاب ہوا۔ کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت نہ تھی۔ جو ہماری توجہ کا مرکز بنتی، اور ہماری نیکوکاری کا نمونہ بنتی"۔ اس نکتہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگیوں کے بغیر ناکام ہے۔

غرض ہم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لیے معصوم انسانوں، بے گناہ ہستیوں اور ہر ہستیوں اور ہر حیثیت سے کمال بزرگوں کی ضرورت ہے۔ اور وہ صرف انبیائے کرام ہیں۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ (جہاد) میں صبح یا شام گذارنی دُنیا اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

مولانا عبدالمومن فاروقی

کعبۃ اللہ

تاریخی عظمت و پاکیزگی کا پرشکوہ نظارہ

آج سے کروڑوں بلکہ اربوں برس پہلے جب یہ لق و دق زمین کا وسیع پھیلاؤ تھا۔ اور نہ زمین کے اوپر اس نیلگوں آسمان کا چتر تھا۔ صرف خدا تھا اور اس کی قدرت کاملہ کے بہترین نمونے فرشتوں کی لاتعداد جماعت تھی۔ نور حقیقی کی کرنیں بلندی سے پستی کی طرف گرا کرتی تھیں۔ اور فرشتہ ان کرنوں کی پستی پر پہنچ کر احاطہ کئے بیٹھے رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک روایت میں ہے کہ زمین کی آفرینش سے ایک ہزار برس پہلے کا واقعہ ہے۔ پھر زمین کو قدرت نے ایک جنبش کُن سے ظاہر فرمایا لیکن اس وقت زمین نہایت پاک اور صاف ستھری تھی نہ اس پر کثافت و غلاظت کے آثار تھے اور ظلم و قتل کے نشانات، وہ نور پاک کی تجلیاں جو کسی وقت اس پستی پر پڑا کرتی تھیں۔ اب اس زمین پر پڑنے لگیں اب فرشتے زمین پر اتر کے اس مرکز نور کے ارد گرد پروانہ وار رہنے لگے، پھر خدا نے مٹی کا ایک پتلا بنایا۔ جس کو آدم کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قدرت کا یہ کھلونا قدرت کو بہت محبوب تھا۔ اولاً اس کو اپنے پہلو میں جگہ دی گئی، اور اپنی کائنات (فرشتوں) پر حاکم غالب مقرر فرمایا۔ جب قدرت کی صناعی کا یہ عجیب ترین مظہر کسی قدر عقل و ہوش کو پہنچا تو خدا نے اس کا امتحان لیا۔ حکم ہوا کہ دیکھو ہم نے ایک درخت لگایا ہے۔ تم اس کو نہ کھانا مگر چونکہ اس قدرتی صناعی میں عصیاں کا بھی جزو شریک کر دیا گیا تھا۔ اس نے زور کیا اور انہوں نے گیہوں کھا کر جنت کے پُرفضا باغوں سے اس پستی کی طرف نزول کیا یہ پستی جواب زمین کہی جاتی ہے۔ ہبوطِ آدم کے وقت جنوں کی آباد گاہ تھی۔ جن یہاں مقیم تھے۔ اور بڑے زور و شور سے ان کی حکومت کا سکہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا حضرت آدم و حوا علی نبینا علیہم السلام دنیا میں جس وقت تشریف لائے تو اس وقت مالک کا ان پر عتاب تھا۔ اس لئے دنیا میں آکر بہت الم اور تکلیف کے ساتھ ان کی زندگی گذری جنت در جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کے علاوہ جو چیز ان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی وہ نور حقیقی کی جلوہ پاشی سے محرومی تھی، مدتوں بارگاہ الہی میں سر رگڑتے رہے اور اپنے جرم کی استغفار کرتے رہے۔ رحیم و کریم نے آدم کا گناہ معاف کیا اور حکم دیا کہ میں زمین پر تم کو اپنا ذریہ بناتا ہوں، تم یہاں رہ کر اپنی اولاد سے اس غیر آباد معمورہ کو آباد کرو۔ چنانچہ آدم کی اولادیں ہونا شروع ہوئیں۔ روزانہ صبح سے شام تک کوئی نہ ایک فرزند پیدا ہو جاتا۔ جدھر آپ نکل جاتے انسانوں کی بستیوں کی بستیاں زمین سے پھوٹ پڑتیں

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت قلیل عرصہ کے اندر زمین میں خدا کی بہت بڑی مخلوق پیدا ہو گئی ان سب بھائی بہنوں میں رسم نکاح جاری ہوتی اور بہت جلد خدا نے اس سے بھی اولادیں پیدا کرنا شروع کر دیں۔

آدمؑ کو سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ دنیا میں آنے کے بعد مرکز نور سے استفادہ کا بالکل موقع نہیں ملا وہ تڑپ رہے تھے۔ بارگاہِ ایزدی میں درخواست کی بارالہا جنت میں جو روحانی غذا مجھے آپ کے نور میں حاصل تھی۔ اس کی ایک جھلک یہاں بھی اتار دے آدم علیہ السلام کی یہ دعا مقبول ہوئی اور خدا نے ان کو بذریعہ وحی کے بتلایا کہ زمین کے فلانے مقام پر ہمارے مرکز نور کی کرنیں پڑتی ہیں۔ اور فرشتے اس کے چاروں طرف حد بندی کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جاؤ یہ چیز تم کو وہاں ملے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام اس روحانی مسرت کو حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے خدا نے اس مخلصانہ سفر میں یہ زبردست قوت سرعطا کی کہ ایک ایک قدم میں ہزاروں لاکھوں مربع گز زمین لپٹتی چلی جاتی، اس سفر میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کا وہ معجزہ برابر ظاہر ہوتا رہا۔ ایک قدم کے اٹھنے پر دوسرے قدم تک جو فیصلہ ہوتا وہاں انسانوں کی کثیر آبادی پیدا ہو جاتی اور آدم علیہ السلام اس آبادی کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھتے تو آگے بھی یہی اعجاز ظہور پذیر ہو جاتا تھا۔

الغرض ایک دن مرکز نور کے قریب پہنچ گئے بحکم خدا فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو دیکھ کر پہچانا۔ اور اندر لیجا کر اس تجلی گاہ کی زیارت کرائی آدم علیہ السلام اور فرشتہ جب آسمان پر تھے۔ اور اس مرکز نور پر جاتے تھے۔ تو وہاں داب داب سے پروانہ وار گھومنے لگتے تھے۔ آدم علیہ السلام پر یہ وجد یہاں پہنچ کر پھر طاری ہوا اور سب فرشتوں کے ساتھ شامل ہو کر مہبط نور کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے۔ ارزقی اور ابن منذر نے وہب بن منبہ سے اس روایت کو نقل کر کے بیان کیا ہے کہ وہ مرکز نور جس مقام پر تھا۔ وہ یہی مقام تھا۔ جہاں آج بیت اللہ ہے۔ حرم وہ فرشتوں کا حفاظتی مقام ہے اور یہ طواف اسی عادت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کی سنت و وجد کی ایک زریں سنت کی تمثیل ہے۔

عبدالرزاقؒ اور ابن جریرؒ جندیؒ حضرت عطار بن سائب سے نقل کیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں جب عرض کیا کہ میں جب سے زمین پر اترا ہوں مجھے نہ فرشتوں کی آوازیں سننے کو ملتی ہیں۔ اور نہ تیرے پرتو انوار کی زیارت ہوتی ہے۔ تو قدرت ان کو بتلایا کہ اب تم یہ چاہو کہ دانہ گندم کھا کر نافرمانی کے ارتکاب کے باوجود اس اصلی حقیقت سے محفوظ ہوتا ممکن ہے البتہ تمہاری خاطر ہم اتنا کرتے ہیں کہ زمین کے فلاں مقام پر جہاں ہماری آسمانی تجلی گاہ کا عکس گرا کرتا ہے۔ اور اس کو فرشتے گھیرے بیٹھے رہتے ہیں۔ وہاں جاؤ۔ اور اس کو حرا، جودی، لبنان طور، زیتا، طور سینا کے پتھروں کے مستحکم کر کے مکانی حیثیت دو۔ وہاں ہماری تجلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے خط حاصل کرو آدم علیہ السلام نے تلاش کر کے اس مہبط مقدس کا پتہ چلایا۔ اور اس کو حرا، ثبیر طور، جبل احمر۔ جودی کے پتھروں سے پختہ کر کے محیط کر لیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت تک مکانات کا وجود نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے جنت سے کپڑے کا بنا ہوا ایک خیمہ عنایت کر دیا۔ جس میں وہ رہا کرتے تھے اسی میں حضرت آدم نے وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے اس خیمہ کو بھی پتھروں سے محفوظ کر لیا تھا مگر جب فتنہ فساد کا بازار گرم ہوا۔ ہابیل قابیل نے جنگ کر کے قتل و غارت گری کا مظاہرہ کیا تو حضرت شیثؑ کو خدا نے ان لوگوں کی ہدایت و رہبری کے لئے دنیا میں مبعوث کیا لیکن اب دنیا اپنے عہد ازل کو ایک حد تک بھول سی چکی تھی کسی نے ان کی پیروی کی اور کسی نے نہیں کی۔ اس طرح کا چلن چلتے ایک مدت گذر گئی۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سرکشوں کی منظم جماعتیں بن گئیں۔ اور انتہائی ظلم و ستم کے پہاڑ زمین ٹوٹنے لگے۔ خدا نے اپنے نبی کی زبان سے پہلے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو عذاب الٰہی مسلط کیا گیا۔ اور طوفان بھیج کر ساری آبادی کو تہس نہس کر دیا گیا۔ صرف حضرت نوحؑ اور ان کے معدودے چند متبعین غرق آب ہونے سے بچ گئے باقی سب ہلاک ہو گئے۔ طوفان بھیجنے سے پہلے خدا نے اپنی اس تجلی گاہ کو بھی آسمان پر اٹھا لیا۔ جب طوفان ختم ہو گیا اور لوگوں نے تلاش شروع کی تو سوائے چند بھرے ہوئے سرخ ٹیلوں کے یہاں کچھ نظر نہ آیا۔ غرض کہ یہ تجلی گاہ غیر معدوم سی ہو گئی۔

ابنِ اسحاقؒ رزنیؒ اور بیہقیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں۔

ما من بنی الا وقد حج البیت الا ماکان من ھود وصالح ولقد حجہ نوح فلما کان فی الارض ماکان من الغرق اصاب البیت ما اصاب الارض وکان البیت ربوۃ حمرا فبعث اللہ عزوجل ھود افتشاغل با مما قومہ حتی قبضہ اللہ الیہ فلم یحجہ حتی مات فلما بواہ

بقیہ :- کعبۃ اللہ

اللہ لابراھیم حجہ ثم لم یبق نبی بعدہ الاحجہ

یعنی کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو بس صرف دو نبی ایسے ہوئے جو حج نہیں کر سکے ایک ہود علیہ السلام اور دوسرے صالح علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام نے بھی حج فرمایا ہے۔ لیکن جب طوفان آیا تو ساری دنیا کی طرح بیت اللہ بھی غرق ہو گیا۔ طوفان جب ہٹا ہے تو بیت اللہ کی جگہ پر ایک سُرخ ٹیلہ نکل کر ابر آیا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اس وجہ سے حج کرنے کی نوبت نہیں آئی کہ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بہت رہیں اور اتنا موقع آپ کو نہ مل سکا۔ جو آپ وہاں جاکر حاضری دیتے علیٰ ہذا حضرت صالح بھی وہاں تک تبلیغ کی مہم سے اس درجہ غیر فارغ رہے کہ وہ بھی حج نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان دونوں نے مکہ کی تعمیر کر دی تو پھر کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے حج کا فریضہ نہ انجام دیا ہو۔

بیت اللہ کا حج صرف انسانوں ہی پر فرض نہیں بلکہ فرشتوں، زمینوں اور بادلوں جنوں، حیوانوں سب پر یکساں طور پر فرض ہے۔ صرف صورت حج میں فرق ہے۔ کسی کے ارکان کچھ اور ہیں اور کسی کے کچھ اور لیکن طواف میں سب شریک ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھی ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف سے لوگوں کی بے توجہی ہو گئی تھی۔ اور اس مقدس مقام کو لوگ بالکل فراموش کر گئے۔ لیکن جب خدا کے خلیلؑ اپنی بی بی اور صاحبزادے کو ہجرت کرا کر لائے ہیں تو آپ نے ان کے لئے اس مقام کو منتخب فرمایا اس وقت یہاں نہ گھاس تھی اور نہ دانہ پانی کا کوئی اثر لیکن "بیت الحرام" کے پاس لاکر چھوڑنے سے آپ کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہاں اسمٰعیلؑ کی اولاد وغیرہ جب ہو گی تو یہ مقام آباد ہو جائے گا اور خدا کے گھر کی طرف لوگوں کو توجہ ہو جائے گی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ایثار سے اس وادی غیر ذی زرع کو بہت جلد اس قابل کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آخر آکر خوش ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادے کی معیت میں اس بیت الحرام کی عمارت پختہ کرائی، خدا کے دونوں سچے پیغمبروں نے جس ہمت و عزم صادق سے اس مکان مقدس کی تعمیر فرمائی اس کا آج بھی ظہور ہماری نظر کے روبرو ہے۔ آپ کے لئے ایک پتھر بطور باڑھ کے آسمان سے اتارا گیا۔ اس میں تاثیر یہ تھی کہ جب گارا وغیرہ لینے کی ضرورت ہوتی تو پتھر از خود جھک جاتا اور جب گارا لے چکتے تو از خود وہ پتھر مقام مقصود تک پہنچ جاتا۔ اس پتھر کو خدا نے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ مقام ابراہیمؑ اسی دور کی یادگار ہے۔ حجر اسود جس کو کہا جاتا ہے۔ وہ ایک جنتی پتھر ہے۔ اور بنار کعبہ کی تاریخ اس کے بھی نزول کی تاریخ ہے۔ اس کا ابتدائی رنگ سفید تھا۔ اس پتھر میں جذب اعمال فاسدہ کی قوت ہے۔ اسی وجہ سے اب اس رنگ میں سیاہی کا بہت کافی غلبہ ہو گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد پھر خدا کا ہر آنے والا قاصد اس گھر کی عزت کرتا چلا آیا ہے۔ مگر زمانہ جاہلیت میں ابراہہ نے پھر کچھ بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور چاہا کہ کعبہ کو ڈھا دیا جائے مگر خدا نے اپنی ایک حقیر مخلوق سے اس کی عظیم الشان فوج پسپا کر کے اپنے گھر کی عزت و رفعت کو آنے والے پیغمبر کی کرامت کے لئے مرجع حقائق بنا رہنے دیا۔

غرضکہ یہی وہ گھر ہے جس پر تمام خدا کے بندوں کی جبیں ہائے نیاز جھکائیں ذہین و طباع ہستیوں کی خلاق ہیں انسان دنیا کو مصیبت اور دکھ کا گھر سمجھتے ہیں اور اسی کو خدا نے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین ....

کے مقدس الفاظ سے یاد فرمایا۔ اور ہے بھی اصلیت یہی کہ یہ گھر میں سب سے پہلے تعمیر ہوا۔ اور انسانوں کے لئے برکت و ہدایت کا ملجا و ماوی بنا۔

اسی گھر کا خدا کے خلیلؑ وحبیبؐ پروانہ وار طواف کیا کئے یہی گھر ابوبکرؓ و عمرؓ کی سجدہ گاہ بنا اسی گھر کی عثمانؓ و علیؓ نے اپنے جبینوں سے حفاظت کی اسی گھر کا ادب مسلمان احترام کرنے اور حج کرنا بحکم خدا ضروری سمجھتے ہیں۔

بقیہ :- مجلسِ ذکر

گناہوں کی کھائیاں ہیں۔ اگر آپ احتیاط اور سنبھل کر نہ چلے۔ تو خطرہ ہے کہ کہیں آپ کے پاؤں ڈگمگا نہ جائیں۔ اور آپ گناہوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ آپ اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں۔ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیں۔

جس طرح وہ کہیں اسی طرح زندگی گزاریں، کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ صغیرہ گناہ انشاء اللہ خود بخود معاف ہو جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کہ نیکیاں گناہوں کو کھا جاتی ہیں۔

حدیث میں ہے۔ کہ اگر کوئی گناہ ہو جائے۔ تو فوراً کوئی نیکی کر لیا کرو یہ نیکی اس گناہ کو کھا جائے گی۔

کون چاہتا ہے کہ میرے کپڑے میلے ہوں، لیکن ضرور ہوتے ہیں۔ جب میلے ہوتے ہیں۔ تو وہ دھل دھلا اور استری کروا کے صاف ستھرے اور اجلے بن جاتے ہیں۔ اسی طرح گناہوں سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ گناہ ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن جس کو احساس ہو گا۔ وہ ضرور صاف ستھرے کپڑے کی طرح اپنے دل کو بھی گناہوں کی میل سے پاک صاف کرے گا۔ وہ خوب نیک اعمال کرے گا۔ جس سے اس کے سارے گناہ دھل جائیں گے۔

دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ سمجھ صحیح دے۔ اور عمل صالح کی فقط اپنی رضا کے لئے توفیق دے۔ اطمینان قلب دے۔ ذکر و عبادت کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

محنت کا پھل

حافظ نور محمد انور

جاوید اور طارق دو دوست تھے۔ اور ایک ہی مدرسے میں پڑھتے تھے، جاوید نہایت شریر اور چالاک لڑکا تھا۔ طارق محنتی اور با اخلاق لڑکا تھا۔ گو طارق کے والدین غریب تھے۔ مگر انہوں نے طارق کی پڑھائی پر اخراجات کی کبھی پرواہ نہ کی تھی، جاوید اور طارق ہر وقت اکھٹے رہتے سکول جاتے تو اکھٹے کھیل کود اور سیر و تفریح کو جاتے تو اکھٹے ہی جاتے، اور دونوں کا گھر ایک ہی گلی میں تھا، طارق ہر وقت جاوید کو شرارتوں سے باز رہنے کی تلقین کرتا رہتا۔ اور پڑھائی کی طرف رغبت کی توجہ دلاتا، ماں باپ بھی جاوید کو بہت سمجھاتے اور کبھی کبھی جاوید کی خاصی پٹائی ہو جاتی۔ مگر باوجود ان سب کے سمجھانے کے جاوید بالکل نہ سمجھا ایک کان سے بات سنتا دوسرے سے نکال دیتا امتحان کے دن قریب آ گئے تھے طارق رات دن محنت سے پڑھائی میں مشغول رہتا۔ مگر جاوید ذرا بھی پڑھائی کی طرف توجہ نہ دیتا، حتیٰ کہ جاوید کے والدین نے جاوید کی پڑھائی کے لئے ایک الگ استاد بھی مقرر کر رکھا تھا۔ سردیوں کا موسم تھا رات کو سخت سردی پڑ رہی تھی۔ آسمان پر ہر طرف سیاہ بادل ہی بادل نظر آتے تھے۔ اتنی سخت سردی کہ لحاف میں سے منہ باہر نکالنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا اچانک آدھی رات کے قریب کسی نے دروازے پر آ کر دستک دی طارق کے ماں باپ اور بہن بھائی سوئے ہوئے تھے۔ طارق ایک الگ کمرہ میں بتی جلا کر اپنی پڑھائی میں مصروف طارق دروازہ پر دستک کی آواز سُن کر گھبرا گیا۔ اور دل میں سوچنے لگا اب دروازہ کھولوں یا نہ کھولوں کبھی خیال آتا کہ باپ ہی کو جا کر جگا دوں باپ ہی جا کر دروازہ کھولے ان ہی خیالات میں طارق ابھی سوچ ہی رہا تھا۔ کہ پھر دروازہ کسی نے پہلے سے بھی زور سے کھٹکھٹایا اور ساتھ آواز بھی دی کہ خدا کے لئے دروازہ کھولو طارق نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

دیکھا تو چچا امام الدین ہاتھ میں لالٹین لئے کھڑا ہے طارق نے بعد از سلام کہا چچا جان اس وقت آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا۔ مجھے پتہ ہوتا کہ آپ دستک دے رہے ہیں۔ تو پہلی مرتبہ ہی میں آ کر دروازہ کھول دیتا۔ میں نے سمجھا کوئی چور نہ ہو اسی وجہ سے گھبرا گیا تھا۔ جاوید کے باپ امام الدین نے کہا بیٹا جاوید کھیل کر ابھی تک گھر واپس نہیں آیا خدا جانے کہاں گیا ہے۔ میں اسی خیال سے یہاں چلا آیا کہ شاید یہیں ہو۔ نہیں نہیں چچا جان میں تو خود حیران و پشیماں ہوں کہ کل جاوید سکول بھی نہیں گیا، طارق چچا امام الدین کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ اور کہا چچا جان امتحان کے دِن قریب آ گئے ہیں۔ گھر والے سب سوئے ہوئے ہیں۔ مگر میری نیند ان دنوں حرام ہو چکی ہے۔ مغرب کے بعد روٹی کھا کر اسی کمرہ میں برابر پڑھائی میں مشغول ہوں یہ محنت کا وقت ہے۔ اب اگر محنت نہ کروں اور امتحان میں فیل ہو جاؤں تو بدنامی بھی ہو گی۔ اور پورا سال پھر اسی کلاس میں پڑھنا ہو گا، کاش جاوید بھی اس وقت کو اپنے مستقبل کے لئے سنہری وقت سمجھتا، شرارتوں اور آوارگی سے باز آ جاتا، طارق کی یہ باتیں سُن کر چچا امام الدین کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اور وہ اپنے بیٹے جاوید کی حرکتوں پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا۔ طارق بیٹا تم بالکل سچ کہتے ہو۔ ہم نے تو جاوید کا مستقبل سنوارنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، مگر کیا کریں۔ ہماری قسمت ہی ایسی ہے۔ طارق نے کہا اچھا چچا جان اب چلئے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ وہ صبح تک انشاء اللہ جہاں بھی ہو گا آ جائے گا صبح ہوتے ہی جاوید گھر آ گیا۔ باپ نے آتے کے ساتھ ہی پٹائی کی پھر پوچھا کہاں گئے تھے۔ کہنے لگا رات ایک مداری کا تماشا ہو رہا میں بھی دیکھنے لگ گیا اور وہیں سو گیا۔ ادھر طارق نے بھی رات والا ماجرا اپنے ماں باپ کو سنایا انہوں نے بھی بہت افسوس کیا۔ انہوں نے بھی جاوید کو گھر آ کر سمجھایا۔ مگر جاوید نے کسی کی بات پر کان نہ دھرے سالانہ امتحان شروع ہے۔ جاوید سے جس مضمون کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اسی میں صفر آتا ہے۔ اور طارق سے جس مضمون کا امتحان لیا جاتا ہے پورے کے پورے نمبر حاصل کر کے پاس ہو جاتا ہے۔ اور سارے سکول میں فسٹ آتا ہے۔ نتیجہ کے دن سکول کے سب لڑکے طارق کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالتے ہیں۔ اور طارق کے دوست جاوید آنکھیں نیچے کر کے بے شرموں کی طرح سکول کے ایک کونے میں کھڑا ہو کر رو رہا ہے، اور اپنے کئے کی سزا بھگت رہا ہے۔ طارق کو اپنی محنت کا پھل مل چکا ہے۔ اور وہ خوشی خوشی لڑکوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں گھر کی طرف جا رہا ہے۔ طارق کے گھر میں شادمانی کے ترانے گائے جا رہے ہیں۔ اور جاوید کا گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ جاوید کے ماں باپ جاوید کی آوارگی پر حسرت و افسوس کر رہے تھے۔

ایک مرتبہ سکول میں دینیات پر مضامین لکھنے کا مقابلہ ہوا تو طارق اس وقت بھی اوّل نمبر آیا۔

ایک دفعہ سکول میں دینیات کے استاد نے طارق سے کہا کہ طارق کھڑے ہو جاؤ اور بتاؤ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کون کون تھے۔ اور کتنی کتنی مدّت تک انہوں نے خلافت کی! طارق نے جواب دیا۔

پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔
دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ بن خطاب تھے۔
تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ ذی النورین تھے۔
چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ المرتضیٰ تھے۔

اور ان کی مدت خلافت یہ تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ...... دو سال تین مہینے نو دن
حضرت عمرؓ بن خطابؓ ...... دس سال چھ مہینے پانچ دن
حضرت عثمان ذی النورینؓ ... بارہ دن کم بارہ سال۔
حضرت علی المرتضیٰؓ ...... تین دن کم پانچ سال

استاد نے شاباش دیتے ہوئے طارق کو کہا بیٹا تم بڑے لائق ذہین اور ہونہار لڑکے ہو اور انشاء اللہ تم ہمیشہ کامران و کامیاب رہو گے۔

پیارے بچو! تم بھی ہر وقت محنت سے پڑھائی کیا کرو۔ محنت کرو گے تو ضرور تمہیں محنت کا پھل ملے گا۔ اگر محنت نہیں کرو گے تو در در کی ٹھوکریں کھاؤ گے۔ اور دنیا میں ذلیل و خوار ہو گے!۔

(خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر مت بھولئے)

رجـ...
نمبر ...٩٠٤٧

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱-۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲-۹-DD مورخہ ۲۴-اگست ۱۹۶۷ء

جب تک دیارِ پاک مدینہ میں ہم رہے

زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی لکھنویؒ

جب تک دیارِ پاک مدینہ میں ہم رہے — جنّت میں بالیقیں خدا کی قسم رہے
کچھ اس طرح وہ مائلِ لطف و کرم رہے — سب دُور دُور دل سے زمانے کے غم رہے
اللہ رے جذب و شوق کہ راہِ حبیب میں — ہر راہ رو سے آگے ہی آگے قدم رہے
ہم اور کیف و قربِ حضوری، خوشا نصیب — ہر وقت زیرِ سایۂ بابِ حرم رہے
ہر شب شبِ برات تھی، ہر روز روزِ عید — صہبائے حسنِ دید سے باکیف و کم رہے
کیا کیا ہوئی ہیں قلب و نظر پر نوازشیں — محوِ تجلّیاتِ بذوقِ اُتم رہے
سجدے قدم قدم پہ کئے راہِ شوق میں — یعنی کہ خاک بوسِ نشانِ قدم رہے
تکمیلِ آرزو کا وہ عالم عجیب تھا — پیہم سرور و کیف سے باچشمِ نم رہے
رہ کر مشاہداتِ دو عالم سے بے نیاز — سرشارِ دید قُبۂ پُر نور ہم رہے
گُم ہو کے ایک جلوۂ بے رنگ و بُو میں ہم — تصویرِ ذوق و شوق ز سرتا قدم رہے
ہر جلوہ یوں تو جنّت نظارہ تھا مگر — ہم محوِ دیدِ روضۂ شاہِ اُممؐ رہے
نظارۂ جمالِ حرم کی نہ تھی مجال — ہر دم نظر جھکائے ہوئے سر بخم رہے
وہ ارضِ پاک اور یہ بے مایہ مُشتِ خاک — حیرت ہے ہم مقیمِ دیارِ حرم رہے
ذرّے کو آفتاب سے نسبت ہی کیا مگر — سرتاجِ کائنات کے مہمان ہم رہے
آدابِ حاضری حضوری نہ پوچھئے — ہر لحظہ ڈگمگائے ہوئے سے قدم رہے
یارب مجھے یہ حُسنِ دو عالم نہیں قبول — پیشِ نظر حریمِ شہِ محترم رہے
شیدائی مدینہ اگر ہو تو اے حمید — ذکرِ حبیبؐ شام و سحر دم بدم رہے

... دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا